<u>TO WHOM SO EVER IT MAY CONCERN</u>

I have purchased this book by giving money. This book is my personnel copy. I have made a backup for my personnel purpose in electronic format. When I can give this book for reading to anybody without any copyright violation I also can allow anybody to read its backup in electronic version without getting any financial benefit from it. I consider spreading of knowledge should be free.

دھوئیں کی تحریر

★ ابنِ صفی ★

اگر یہ سچ ہے کہ شگفتہ تحریریں انسانی صحت کے لیے مفید ہیں تو عمران کے ناول دِل و دماغ کی تر و تازگی کے لیے اکسیر ثابت ہو سکتے ہیں۔ قارئین کی فرمائش پر عمران کا ایک مکمل قہقہہ بار ناول

کیپٹن جعفری نے انسپکٹر والٹن کو چوتھا پیگ پیش کیا۔ کیپٹن جعفری کے لیے بھی چوتھے پیگ کا مطلب تھا، چوتھائی بوتل۔ اس سے پہلے ہی وہ آدھی بوتل خالی کر چکے تھے اور یہ کوئی معمولی شراب نہ تھی، دیسی ٹھرّا تھا۔ انسپکٹر والٹن کے سینے اور حلق میں اُتو ضرور بولنے لگے تھے۔ لیکن اُسے شاید زندگی میں پہلی ہی بار اتنی تیز شراب پینے کا اتفاق ہوا تھا۔ مگر چونکہ وہ ایک عادی شرابی تھا اس لیے پیتا ہی چلا گیا۔
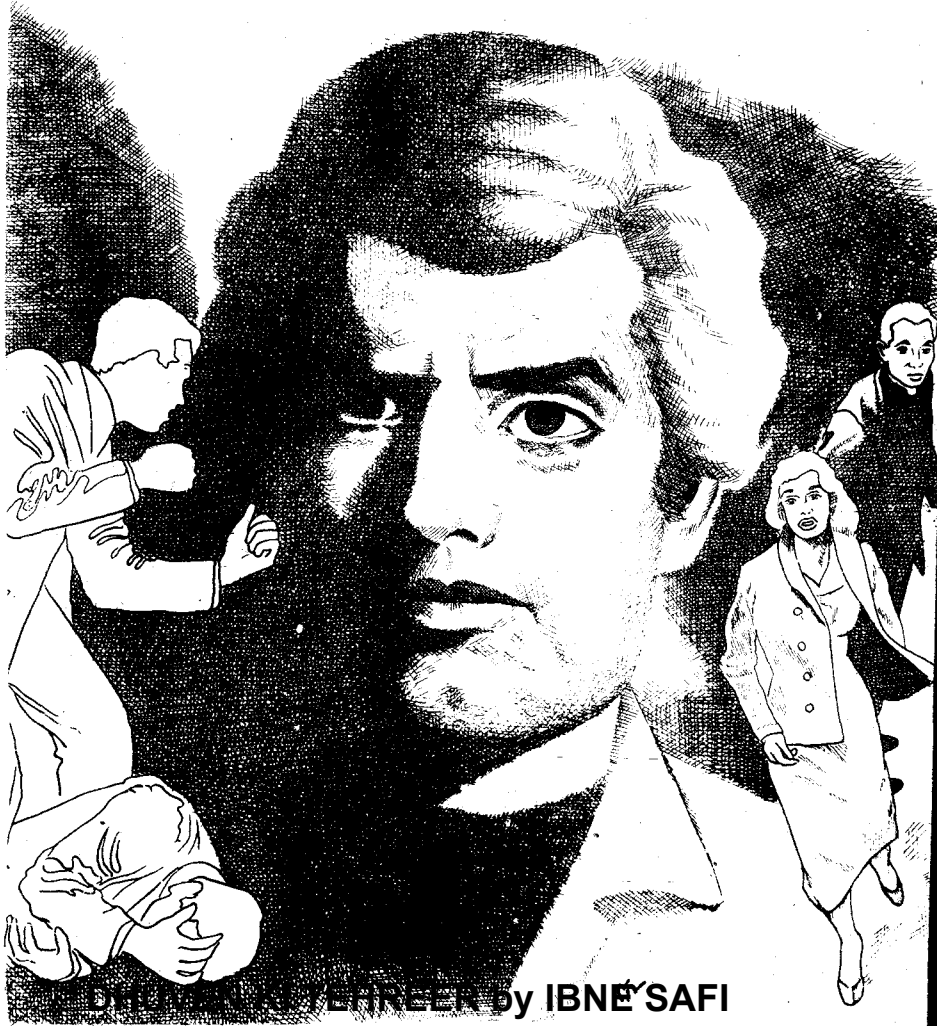
اس کا تعلق دراصل اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تھا اور وہ یہاں ایک بہت ہی اہم کام کے سلسلے میں آیا تھا۔۔ محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے ایک افسر کیپٹن جعفری سے اُس کی پہلے کی ملاقات تھی۔ دوسری جنگِ عظیم میں وہ دونوں ایک ہی یونٹ میں تھے اور والٹن بھی کیپٹن ہی تھا۔ جنگ کے اختتام پر اُسے اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جگہ مل گئی تھی اور کیپٹن جعفری اپنے ہاں کے محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس میں لے لیا گیا تھا۔

انسپکٹر والٹن کی آمد سرکاری نوعیت کی تھی... لیکن وہ جس کام کے لیے آیا تھا، اُس کے بارے میں ابھی کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا۔

دراصل وہ براہِ راست چیف آفیسر سے گفتگو کرنا چاہتا تھا... لیکن چیف آفیسر تھا کون؟ شاید کیپٹن جعفری کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ رہا ہو۔ اُس نے اس کے متعلق اتنا ضرور سُن رکھا تھا کہ وہ کوئی معقول آدمی نہیں ہے۔

یہ بات اُسے، اُن پانچ افسروں میں سے ایک نے بتائی تھی، جو اب اس محکمے میں نہیں تھے۔ انہیں دوبارہ ملٹری سروس میں بھیج دیا گیا تھا۔

کیپٹن جعفری کو اس کا علم نہیں تھا۔ کہ چیف آفیسر انسپکٹر والٹن سے ملنا پسند بھی کرے گا یا نہیں۔ اس بات کو تو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ چیف آفیسر اُس سے ملنے پر مجبور نہیں ہوگا... اور نہ یہی ضروری تھا کہ والٹن کو اُس کی مدد حاصل ہو جائے۔ یہ چیف آفیسر کی اپنی مرضی پر منحصر تھا کہ وہ، والٹن کی مدد کرتا یا نہ کرتا۔

والٹن کا کہنا یہ تھا کہ کام کی نوعیت سرکاری ہی ہے لیکن وہ نجی طور پر سیکرٹ سروس کے چیف آفیسر سے مدد کا طالب ہے۔ یہ بات کیپٹن جعفری کی سمجھ سے باہر تھی لیکن انسپکٹر والٹن نے اس کی وضاحت نہیں کی۔

کیپٹن جعفری کم گھاگ نہیں تھا۔ اُسے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ والٹن ایک عادی قسم کا شرابی ہے لہٰذا اس نے اُسے ٹھرا پلانے کا پروگرام بنایا۔

اُس نے بتایا تھا کہ وہ دیسی بیئر کہلاتی ہے اور بغیر کچھ ملائے پی جاتی ہے اور پینے والے اُسے ایک پیگ سے شروع کرتے ہیں اور اس کے بعد کے پیگ انفرادی حیثیت سے پچھلے پیگوں کی نسبت مقدار میں دُوگنے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے پیگ کا مطلب ہوگا دو پیگ، تیسرے کا چار پیگ اور چوتھے کا آٹھ پیگ... لہٰذا چوتھے پیگ پر والٹن کو بار کی چھت میں ستارے نظر آنے لگے اور بے تحاشا اپنی محبوبہ یاد آ گئی، جس کی ماں نہ صرف بیوہ تھی، بلکہ اُس کی ایک ٹانگ زہرباد کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لیے اُس کے جسم سے الگ ہو گئی تھی... محبوبہ کے ساتھ اُس کی کٹی ہوئی ٹانگ بھی یاد آ گئی اور والٹن نے رو دینے کا سا مُنہ بنایا۔

"کیوں، ڈیئر! کیا بات ہے؟" کیپٹن جعفری نے پوچھا جو اُسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بے چاری...!" والٹن ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ کیپٹن جعفری چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن اُسے کہیں بھی کوئی "بے چاری" نظر نہ آئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اب اُس کی کھوپڑی آؤٹ ہو رہی ہے۔

اس نے کہا۔ "ہاں... ہاں... بیچاری۔ آگے کہو۔"

مگر والٹن کی کھوپڑی آؤٹ ہو کر صرف اپنی محبوبہ کی مفلوج ماں کے گرد ہی ناچنے لگی تھی۔ وہ، اُس کے متعلق بہت کچھ بک گیا لیکن کیپٹن جعفری کے ایک بھی پلے نہ پڑی... اور پھر اُسے اپنی حماقت پر غصہ آ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اُس نے خواہ مخواہ یہ مصیبت مول لی۔ کیونکہ اب والٹن بُری طرح بہکنے لگا تھا... بہرحال اب کھیل تو بگڑ ہی چکا تھا۔ جعفری نے سوچا کیوں نہ براہِ راست اُس سے اُس کے متعلق سوال کیا جائے۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اُس بے چاری کے لیے۔ مجھے یہاں اپنے ہاں کے کسی فقیر سے ملواؤ... ایسا فقیر، جو آسمان کی طرف رسّہ اُچھال کر اُس پر چڑھتا چلا جائے۔ مجھے آج ایک فقیر ملا تھا۔ میں نے اُسے پانچ کا نوٹ دیا تھا لیکن وہ کٹی ہوئی ٹانگ واپس نہیں لا سکتا۔ اُس نے کہا کہ میں جس فقیر کا اسسٹنٹ ہوں وہ بڑا سُور آدمی ہے اور..."

"اچھا، اب خاموش ہو جاؤ۔" کیپٹن جعفری نے جھنجھلا کر کہا۔ "ورنہ..."

"ورنہ کیا...؟" والٹن آنکھیں نکال کر بولا۔ "کیا میں، تم سے کمزور ہوں۔"

جعفری گو بہت زیادہ ڈاؤن نہیں تھا مگر تھا نشے ہی میں۔ لہٰذا اُسے والٹن کا لہجہ بہت بُرا لگا اور اُسے غصہ آ گیا۔

"ایک ہی گھونسے میں تمہارا چہرہ جبڑوں سے محروم ہو جائے گا۔"

"اوہ! ...یو سوائن۔" والٹن نے دانت پیس کر ہاتھ گھما دیا لیکن اُس کا ہاتھ کیپٹن جعفری کے چہرے پر نہیں پڑ سکا تھا کیونکہ دفعتہً ہال میں اندھیرا ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی ایک چیخ تاریکی میں لہرائی اور کیپٹن جعفری کا نشہ ہرن ہو گیا پھر اُس نے قریب ہی کسی کے گرنے کی آواز سُنی۔

چیخ سو فیصدی والٹن ہی کی تھی اور وہ، اُس کے کانوں کے قریب چیخا تھا۔ اندھیرے میں شور و غل کی آوازیں ایک دوسرے سے ٹکراتی پھیلتی اور بڑھتی رہیں۔

اچانک کسی نے چیخ کر کہا۔ "پوری لائن آف ہے۔"

پھر کوئی دوڑتا ہوا شخص جعفری کی کرسی سے ٹکرایا اور وہ دونوں کرسی سمیت فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ کیپٹن جعفری نے اُسے انگریزی میں گالیاں دیں۔ نشے کی حالت میں وہ کبھی اُردو نہیں بولتا تھا لیکن انتہائی غصے کے باوجود بھی اُس نے ٹکرانے والے کو نکل جانے دیا۔ اگر وہ اُجالے میں ٹکرایا ہوتا اور اچھی حیثیت کا آدمی ہوتا تو جعفری کے ہاتھوں پٹے بغیر نہ رہ سکتا۔ جعفری کم رتبہ آدمیوں پر ہاتھ اُٹھانا کسرِ شان سمجھتا تھا۔

نشے میں بھی اُسے اس بات کا خیال رہتا تھا۔ اُسے اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ ایک اچھے خاندان کا آدمی ہے! اس وقت تو وہ اور زیادہ خوش تھا۔ کیونکہ ابھی ابھی اس نے انگلینڈ کے ایک خاندانی آدمی کے ساتھ شراب پی تھی۔ انسپکٹر والٹن دراصل سر ہنری والٹن کا پوتا تھا اور موجودہ لارڈ والٹن کا بھتیجا تھا۔

یک بیک ہال پھر روشن ہو گیا... اور لوگ اُجالے میں بھٹک آنے والی چمگادڑوں کی طرح چُندھیائے چُندھیائے سے معلوم ہونے لگے!...

لیکن جعفری کی آنکھوں کے سامنے تاریکی کا ایک گمنام سلاوہ

تیزی سے گردش کرنے لگا تھا!... کیونکہ والٹن کو اس نے جس حال میں دیکھا۔ وہ اس کے خواب و خیال میں بھی آنے والی چیز نہیں تھی! وہ فرش پر اوندھا پڑا تھا اور اس کی پشت میں دونوں شانوں کے درمیان ایک خنجر دستے تک پیوست تھا۔

بار میں بھگدڑ مچ گئی! والٹن ٹھنڈا ہو چکا تھا! تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے بھی بتایا... کیپٹن جعفری کا یہ عالم تھا جیسے اس نے ہفتوں سے شراب ہی نہ پی ہو!...

پولیس کو بیان دیتے ہوئے اس نے بہت احتیاط سے کام لیا نہ تو اس نے یہ بتایا کہ اس کا تعلق محکمہ خارجہ کی سیکرٹ سروس سے ہے اور نہ یہی ظاہر ہونے دیا کہ مقتول اسکاٹ لینڈ یارڈ کا کوئی سُراغ رساں ہے۔ اس کے بیان میں یہی تھا کہ اس کی اور مقتول کی دوستی بہت پُرانی تھی کیونکہ وہ دونوں دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کی طرف سے شانہ بشانہ لڑ چکے تھے! آج اتفاقاً دونوں کی ملاقات ہوئی اور جعفری نے اسے بار میں مدعو کر دیا! اس نے بتایا تھا کہ اسے والٹن کی جائے قیام تک کا علم نہیں تھا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں وہ کیا بتا سکتا کہ اس کی کسی سے دُشمنی تھی یا نہیں۔

پولیس نے اسے تقریباً پانچ گھنٹے تک روکے رکھا!...

بہر حال جعفری کے لیے یہ ایک سنسنی خیز تجربہ تھا! اس نے بموں اور گولیوں کی گونج میں بھی اپنی زندگی کا کچھ حصّہ گزارا تھا! زخمیوں اور مرتے ہوئے آدمیوں کی چیخیں سُنی تھیں! خود اپنے ہی ہاتھوں سے درجنوں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا... مگر والٹن کے اس حیرت انگیز قتل سے زیادہ وہ اور کسی چیز سے اتنا متاثر نہیں ہوا تھا! رات کا بقیہ حصّہ اس نے جاگ کر گزارا۔

★

ٹھیک پانچ بجے اس کے فون کی گھنٹی بجی!

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کیپٹن جعفری؟"

"ہاں جعفری بول رہا ہے!" جعفری نے جواب دیا!

"میں ایکس ٹو بول رہا ہوں!"

"اوہ چیف آفیسر صاحب!... فرمایئے... جناب!"

"کیا پچھلی رات تم اور والٹن تنہا ہی تھے!"

"جی ہاں جناب!..." جعفری اپنا سر کھجانے لگا... اور اس کی پیشانی پر دو تین موٹی موٹی شکنیں اُبھر آئیں...!

"کیا تمہارا بیان جو تم نے پولیس کو دیا ہے صحیح تھا!"

"نہیں جناب بھلا یہ کیسے ممکن تھا، کہ میں اسے اپنی موجودہ حیثیت کے متعلق کچھ بتاتا!"

"خیر...! اس کے علاوہ...!"

"اور سب کچھ درست تھا!" جعفری نے جواب دیا۔

"اگر تم پچھلی رات لنٹے میں نہ ہوتے تو میں اسے تسلیم کر لیتا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ دیکھیے... جی جناب...!"

"اور ٹھرّا پی رہے تھے! لعنت ہے تم دونوں پر!... اگر پوسٹ مارٹم کرنے والوں نے معدے میں کچھ بھی شراب کی شناخت کر لی تو تم بڑی مشکلات میں پھنس جاؤ گے..."

"او ہا..." جعفری کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی!

"خیر یہ تم نے اچھا کیا کہ والٹن کی اصلیت بھی چھپا گئے...!"

"آپ جانتے ہیں!" جعفری نے متحیرانہ انداز میں کہا!

"اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا..."

"میرے خدا!" جعفری نے حیرت سے کہا۔ "پھر آپ اس سے ملے کیوں نہیں!"

"ایکس ٹو سے کوئی نہیں مل سکتا!" جواب ملا۔

"تو پھر آپ بھی یہ جانتے ہوں گے کہ وہ آپ سے کیوں ملنا چاہتا تھا!" جعفری نے پوچھا!

"ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں!... اچھا دیکھو اب تم پولیس کے ہاتھ نہیں آؤ گے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا! میں نہیں چاہتا کہ میرے محکمہ کا کوئی آدمی عوام کی نظروں پر چڑھے! کیا سمجھے!... تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پولیس تمہارے چاروں طرف جال بُن رہی ہے!... بار کے منیجر نے اپنے بیان میں یہی لکھوایا ہے کہ تم گو کہ اس کے پُرانے گاہک ہو۔ مگر کل تم نے بار سے شراب نہیں طلب کی تھی! اگر میزیں وغیرہ نہ اُلٹی ہوتیں تو پولیس تمہاری میز پر ٹھرّے کی بوتل ضرور پاتی اور پھر تمہیں گھر تک پہنچنا نصیب نہ ہوتا... ظاہر ہے کہ یہ بات حیرت انگیز تھی... تم ایک انگریز کو دیسی ٹھرّا پلا رہے تھے اور وہ بدتھو پی رہا تھا۔

بہر حال اُس وقت تو تم صاف نکل آئے تھے... مگر اب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ جیسے ہی پولیس کے ہاتھوں میں پہنچی... تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا ہوگا!... لہٰذا اُجالا پھیلنے سے پہلے ہی اپنی قیام گاہ چھوڑ دو! لیکن اگر تمہارے کاغذات میں سے ایک بھی وہاں رہ گیا تو... آہا... ٹھہرو میں تمہیں بتاتا ہوں!..."

ٹھائیں!... اچانک ایک فائر ہوا... اور گولی سامنے والی دیوار سے ٹکرائی... ریسیور جعفری کے ہاتھ سے چھوٹ گیا!... اور اس نے بے تحاشہ کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی! کھڑکی زمین سے زیادہ اونچی نہیں تھی... پھر بھی اس کے داہنے پیر میں کافی چوٹ آئی اب وہ سڑک پر تھا... کھڑکی سے پھر ایک فائر ہوا! اس بار بھی جعفری بال بال بچا! سردیوں کے دن تھے! سڑک سنسان پڑی تھی!

... جعفری نے ایک گلی میں گھس کر دَوڑنا شروع کر دیا! اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ خواب میں دَوڑ رہا ہو جعفری بُزدل نہیں تھا! لیکن وہ اندھیرے سے چلائی جانے والی گولیوں سے بہت ڈرتا تھا...

کیپٹن خاور گہری نیند میں تھا!... ٹھیک پانچ بجے اس کے سرہانے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور خاور اس طرح اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے اُسے اس کا انتظار ہی رہا ہو! اس کی نیند کچھ ایسی ہی ہوتی تھی ... وہ ہمیشہ گہری نیند سوتا تھا۔ لیکن کوئی معمولی سی آواز بھی اُسے جگا سکتی تھی!

"ہیلو!..." وہ ماؤتھ پیس میں حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ایکس ٹو... اسپیکنگ!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ... یس سر... گڈ مورننگ سر!" کیپٹن خاور بوکھلا گیا۔

"مورننگ!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "دیکھو! کیپٹن خاور ... کیپٹن جعفری خطرے میں ہے۔ اس کے مکان پر فوراً پہنچو!... اس کے کاغذات کی حفاظت ضروری ہے!... میں نہیں چاہتا کہ وہ پولیس کے قبضے میں جائیں... جلدی کرو! اُجالا ہونے سے پہلے ہی تمہیں وہاں سے واپس آجانا چاہیے!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا!... خاور نے تیزی سے کپڑے پہنے اور میز کی دراز سے ریوالور نکال کر جیب میں ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ موٹر سائیکل سائبان کے نیچے موجود تھی!... بس پھر وہ آندھی اور طوفان کی طرح کیپٹن جعفری کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سڑکیں سنسان پڑی تھیں! اس لیے چوراہوں پر روک لیے جانے کا بھی خدشہ نہیں تھا!... موٹر سائیکل گویا فضا میں تیرتی چلی جا رہی تھی...

پھر اس کا انجن جعفری کے مکان کے سامنے ہی پہنچ کر بند ہوا... موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کر کے کیپٹن خاور دھڑّانہ اندر گھستا چلا گیا۔ کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا!

"خبردار!" اچانک ایک کمرے سے آواز آئی۔ "جو جہاں ہے، وہیں ٹھہرے پولیس!..." لیکن خاور اتنا احمق نہیں تھا کہ ایسے فقروں میں آجاتا۔ اگر پولیس اندر موجود تھی تو باہر بھی کسی نہ کسی کو ہونا چاہیے تھا اور کوئی نہیں تو ایک کانسٹیبل ہی صدر دروازہ پر نظر آگیا ہوتا۔

کیپٹن خاور نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رُخ بند دروازے کی طرف کر دیا۔ اسی دروازے کی دوسری طرف سے کسی نے اسے مخاطب کیا تھا اور اس دروازے کے شیشوں میں روشنی بھی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ لہٰذا جو کوئی بھی اندر تھا! اندھیرے میں ہی تھا۔ کیپٹن خاور نے آگے بڑھ کر ایک زوردار ٹھوکر دروازے پر رسید کی۔ دروازہ کھل گیا، ساتھ ہی ایک شعلہ سا سنسناتا ہوا اس کے داہنے کان کے قریب سے گزر گیا... وہ بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹا اور دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا!... اندر گہری تاریکی تھی اور سناٹے کا یہ عالم تھا، جیسے چند لمحات پیشتر نہ تو کوئی فائر ہوا ہو اور نہ ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی ہو۔

تقریباً تین یا چار منٹ تک یہی کیفیت رہی... کیپٹن خاور چُپ چاپ دیوار سے چپکا کھڑا رہا۔ وہ اس مکان کے نقشے سے اچھی طرح واقف تھا اور جانتا تھا کہ جو کوئی بھی اس کمرے کے اندر ہے۔ اس کے لیے فرار کی راہ اس دروازے کے علاوہ کوئی دوسری نہیں ہو سکتی!

ورنہ وہ اتنا گاؤدی نہیں تھا کہ اس طرح وقت برباد کرتا...

اچانک اندر سے روشنی کی ایک باریک سی لکیر باہر رینگ آئی۔ کیپٹن خاور اب بھی بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس نے اپنی سانس تک روک رکھی تھی لیکن ریوالور کا رُخ دروازے ہی کی طرف تھا...

روشنی کی لکیر جلد ہی غائب ہو گئی! شاید وہ کسی ننھی سی ٹارچ کی روشنی تھی جس کی شعاعیں پھیلتی نہیں تھیں...

دوسرے ہی لمحے میں کوئی دبے پاؤں کمرے سے نکلا... اور ساتھ ہی خاور کے ریوالور کی نالی اس کے جسم کے کسی حصے سے جا لگی!

"اپنے ہاتھ اوپر اُٹھا لو!" خاور نے آہستہ سے کہا۔

یہ کھلی ہوئی حماقت تھی۔ اندھیرے میں اس قسم کے اقدامات فضول ہی ہوتے ہیں۔ بہرحال وہ گھونسہ خاور کی پیشانی پر پڑا تھا۔ جس نے اس کی آنکھوں میں ستارے بھر دیے اور اسے چاروں طرف اُجالا ہی اُجالا نظر آنے لگا۔

مگر اس کے اوسان سلامت تھے۔ اس نے جوابی حملہ ریوالور کے دستے سے کیا! ویسے یہ اور بات ہے کہ وہ دیوار پر پڑا ہو... اس کے ہاتھ میں چوٹ بھی آئی اور ریوالور بھی ایک جھٹکے کے ساتھ فرش پر جا پڑا...

بہرحال وہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سُن رہا تھا جو لحظہ بہ لحظہ دُور ہوتی جا رہی تھی... پھر سناٹا چھا گیا...

اب خاور نے جیب سے ٹارچ نکالی... اور سارے کمرے روشن کرتا چلا گیا۔ صدر دروازہ مقفل کرنے کے بعد وہ پھر ان کمروں کی طرف واپس آگیا! شاید ہی کوئی کمرہ ایسا رہا ہو، جس میں ابتری نہ نظر آئی ہو... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے بہت جلدی میں

کوئی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی ہو۔

خاور نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا کیونکہ وہ اس جگہ سے واقف تھا جہاں کیپٹن جعفری اپنے کاغذات رکھا کرتا تھا... سیکرٹ سروس کے آٹھوں آدمی ایک دوسرے سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان رازوں میں بھی ایک دوسرے کے شریک تھے جن کا تعلق محکمے سے تھا۔

وہ اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں کیپٹن جعفری اپنے کاغذات رکھتا تھا... مگر... دوسرے ہی لمحے میں اس کی رُوح تک لرز اٹھی... کیونکہ کاغذات وہاں نہیں تھے ...وہ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا... اس کا بڑا آفیسر ایکس ٹو... بڑی سختی سے جواب طلب کرے گا .....ایکس ٹو جس کی شکل اس کے آٹھوں ماتحتوں نے آج تک نہیں دیکھی تھی ...اس کے پیغامات انہیں فون پر ملا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو انہیں ایسا محسوس ہونے لگتا تھا، جیسے وہ کوئی بُری رُوح ہو۔

کیپٹن خاور نے ایک جھرجھری سی لی۔ وہ سب ایکس ٹو سے بہت ہی ڈرتے تھے۔

اچانک اس کی نظر میز پر پڑی جس پر صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا پیپر ویٹ سے دبا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اس میز پر اور کچھ نہیں تھا! خاور نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کمروں کے بلب بجھانے میں مشغول ہوگیا... کاغذ کے اس ٹکڑے پر تحریر تھا۔

"تم لوگ بالکل گاؤدی ہو۔ اگر میں بھی تمہارے ساتھ نہ لگا ہوں تو تم بیڑہ ہی غرق کر دو۔ کاغذات میں لیے جا رہا ہوں۔ تم پولیس کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں سے چلے جاؤ! اگر پکڑے گئے تو میں بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔

ایکس ٹو؟"

کیپٹن خاور بڑی بدحواسی کے عالم میں وہاں سے رخصت ہوا!

●●●

عمران بڑے جوش و خروش کے ساتھ میز پر طبلہ بجا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسے انہماک کے تاثرات تھے، جیسے وہ کوئی بہت ہی اہم فریضہ انجام دے رہا ہو۔ محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا ہوا، اُسے غصیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سپرنٹنڈنٹ، کیپٹن فیاض کے علاوہ اور کوئی نہ رہا ہوگا۔

آج کل اُسے عمران سے اللہ واسطے کا بیر ہوگیا تھا۔ بنائے فساد دراصل "رات کے شہزادے" کا کیس تھا۔

فیاض کا کہنا تھا کہ آخر کار وہ، سرکاری اداروں کی آڑ لے کر اپنا کام کیوں نکالتا ہے... اب تک وہ دو بار اسی قسم کی حرکتیں کر چکا تھا۔ نیلے پرندوں کے کیس میں، اُس نے خود کو وزارتِ خارجہ کا نمائندہ بنا کر پیش کیا تھا۔ حالانکہ اُس کا یہ دعویٰ فیاض کی تفتیش کی روشنی میں غلط ہی ثابت ہوا تھا۔

... پھر رات کے شہزادے والے کیس میں اُس نے اپنا تعلق محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس سے ظاہر کر کے کام نکالا۔ فیاض، اس کے اِس دعوے کی تصدیق بھی نہ کر سکا، مگر چونکہ اُسے علم تھا کہ اس کیس میں وزارتِ داخلہ کے سیکریٹری سر سلطان بھی ملوث تھے۔ اس لیے اُس نے عمران کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عمران نے جو کچھ بھی کیا ہوگا، سر سلطان کے اشارے ہی پر کیا ہوگا۔ یہ بات بھی اُسے معلوم تھی کہ سر سلطان، عمران کی صلاحیتوں سے بہت زیادہ متاثر ہیں۔

فیاض، اس وقت عمران کے فلیٹ میں کیا کر رہا تھا؟ اس چیز کے اظہار کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔ جب کہ پچھلی رات شہر میں ایک عجیب و غریب واردات ہو چکی تھی۔

"تم نے کیا سوچا؟" فیاض نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سُوپر فیاض!" عمران نے میز پر طبلہ بجانے کا شغل ترک کر کے ایک طویل سانس لی۔ وہ چند لمحے فیاض کو نیم باز آنکھوں سے دیکھتا رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "یہ پہلا اتفاق ہے کہ اتنی دیر تک طبلہ بجانے کے باوجود بھی کچھ نہیں سوچ سکا... تم خود سوچنے کی کوشش کرو۔ اُن دونوں نے بار سے شراب نہیں لی تھی لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کہتی ہے کہ انگریز بحالتِ نشہ قتل ہوا تھا، معدے میں بھی شراب کی مقدار موجود تھی اور وہ تقریباً تین گھنٹے تک بار میں بیٹھے تھے۔ کیپٹن جعفری غائب ہوگیا۔ پولیس کو اس کے گھر کا سارا سامان اِدھر اُدھر بکھرا ہوا ملا۔ ایک دیوار سے ریوالور کی گولی برآمد ہوئی۔ خنجر کے دستے پر انگلیوں کے نشانات نہیں ملے۔ وغیرہ وغیرہ... بلکہ تین بار وغیرہ۔ اب بتاؤ؟ میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ اگر موقع پر موجود ہوتا تو قاتل کو وہ... وہ کر دیتا کہ اس کی دادی بھی بلبلاتی ہوئی اپنی قبر سے نکل آتی۔"

"اچھا، تو میں جا رہا ہوں لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس سلسلے میں کچھ کرتے پھر رہے ہو؟ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس بار تم ہتھے چڑھ گئے تو قبر تک تمہارے ساتھ جاؤں گا۔"

"بہتر یہی ہے کہ تم قبر ہی میں میرا انتظار کرنا۔" عمران دوبارہ اپنا شغل شروع کرتا ہوا بولا۔ "میرے ساتھ کہاں تک دوڑتے پھرو گے... ار... ررر... ہا۔" اُس نے ہاتھ روک کر ٹیلیفون کو مُکا دکھایا، جس کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہوگی، جس کے لیے عمران نے کتے کا پلّا رکھ چھوڑا تھا۔ اُسے جب سے کتے کے پلّے کی آواز سنائی دینے لگی تھی، تب سے اُس نے بھی پلّے کا روپ دھار لیا تھا۔

اس وقت بھی جیسے ہی عمران نے ماؤتھ پیس میں "ہیلو" کہا، دوسری طرف سے "میاؤں" سنائی دی۔

"تمہارا فون ہے۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے ریسیور فیاض کی طرف بڑھا دیا۔

فیاض بھی اتنی ہی سنجیدگی سے اُٹھ کر میز کے قریب آیا۔ ریسیور ہاتھ میں لیتے وقت اُس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ کسی کو کیا معلوم کہ وہ اس وقت عمران کے فلیٹ میں موجود ہے۔ اُس نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ عمران کی طرف جا رہا ہے۔

"ہیلو...!"

"میاؤں..." دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا مطلب...؟ کون ہے؟" فیاض غرایا۔

"میاؤں... میاؤں... میاؤں۔"

فیاض نے ریسیور رکھ کر عمران کے سر پر دو تھپڑ رسید کر دیئے لیکن پھر اپنے ہی ہاتھ سہلانے پڑے کیونکہ عمران نے وار خالی دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُس کے ہاتھ میز ہی پر پڑے ہوں گے۔

"واقعی، اس فون میں کوئی آسیبی خلل واقع ہو گیا ہے۔" عمران نے فیاض کو متحیرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کون تھی؟" فیاض غرایا۔

"غالباً یہ کوئی بُری رُوح تھی۔"

"ہاں... آں..." فیاض بُرا سا منہ بناتے ہوئے بولا۔ "تم یہاں دن رات عبادت تو نہ کرتے ہو گے۔ گھر والوں سے علیحدہ رہنے کا مقصد یہی ہو سکتا ہے۔"

"اکثر یہ بھی سوچتا ہوں۔" عمران نے اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر کہا۔ "شاید کوئی صاحب اپنی بلی کو فون کرنا سکھا رہے ہیں۔"

"تم ہمیشہ مجھے لغو قسم کی بکواس میں اُلجھا لیتے ہو۔" فیاض بپھر گیا۔

"راستہ اِدھر ہے۔" عمران نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

فیاض اس وقت کچھ موڈ میں نہیں تھا۔ وہ بات بھی نہیں بڑھانا چاہتا تھا... اور پھر غرض بھی اپنی ہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عمران ابتدا میں پریشان تو ضرور کرتا ہے لیکن پھر کسی نہ کسی طرح کام نکل ہی جاتا ہے۔ وہ، عمران کو دھمکیاں دیتا ہوا باہر چلا گیا۔

★

کیپٹن خاور کی موٹر سائیکل، گرانڈ ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ وہ، اُسے پورچ تک دھکیلتا ہوا لے گیا۔ پھر ایک طرف کھڑی کر کے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

اُس کے چیف آفیسر ایکسٹو نے اُسے اطلاع دی تھی کہ کیپٹن جعفری گرانڈ ہوٹل کے کمرہ نمبر سولہ میں مقیم ہے۔ اُس نے اُسے ہدایت دی تھی کہ وہ ہر حال میں جعفری سے رابطہ قائم رکھے۔ سولہویں کمرے کے سامنے پہنچ کر اُس نے بند دروازے پر دستک دی۔

"کون...؟" اندر سے آواز آئی۔

"خاور۔"

دوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ جعفری سامنے کھڑا تھا لیکن خاور اُسے پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا۔ کیونکہ اُس نے اپنی گھنی مونچھیں صاف کرا دی تھیں اور پہلے کی نسبت کم عمر نظر آنے لگا تھا۔

"تم یہاں کیسے؟" جعفری نے حیرت ظاہر کی۔

"ایکس ٹو کی عنایت۔" خاور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

وہ چند لمحے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر جعفری نے کہا۔ "ایکسٹو یقیناً کوئی بھوت ہے۔"

"یہ جملہ ہم اتنی بار دُہرا چکے ہیں کہ اب اس میں کوئی جاذبیت نہیں رہ گئی۔" کیپٹن خاور نے خشک لہجے میں کہا۔ "وہ بھوت ہو یا نہ ہو لیکن اُسے اس کی خبر بھی رہتی ہے کہ ہم نے دن بھر میں کتنے سانس لیے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

"بیٹھو!" جعفری نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

جعفری بُری طرح بھرا بیٹھا تھا۔ اُس نے سب کچھ اُگلنا شروع کر دیا۔ جب وہ کہہ چکا تو خاور نے اس کے سامنے اپنی کارگزاریوں کا تذکرہ چھیڑ دیا اور یہ بھی پوچھا۔ "آخر والٹن، ایکسٹو سے کیوں ملنا چاہتا تھا؟"

"خدا جانے۔" جعفری بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے یہ پھندہ اپنی گردن میں ڈالا ہے۔"

دفعتہً میز پر رکھے ہوئے فون کا بزر چیخ اُٹھا۔

"دیکھو، کون ہے۔" جعفری نے فون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

کیپٹن خاور نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والی ہوٹل کے ٹیلیفون ایکسچینج کی آپریٹر تھی۔

"کیا سولہویں کمرے میں کوئی صاحب، مسٹر خاور ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں خاور ہی بول رہا ہوں۔"

"دیکھیے، ہولڈ آن کیجیے۔ آپ کی کال ہے۔"

خاور، جعفری کے چہرے پر نظریں جمائے پلکیں جھپکاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"خاور..."

"ایکسٹو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم پہنچ گئے نا؟"

"جی ہاں، جناب!"

"کوئی خاص بات ؟" ایکسٹو نے پوچھا۔
"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ کیپٹن جعفری نے اپنی مونچھیں صاف کرادی ہیں۔"
"ہوں۔" ایکسٹو کی آواز میں غصیلا پن تھا۔ "کیا تمھیں، اس کا علم نہیں ہے کہ دو آدمی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے گرانڈ ہوٹل تک آئے ہیں؟"
"اوغ!" کیپٹن خاور کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔
"اور وہ دونوں اس وقت بھی ڈائننگ ہال میں تمھارے منتظر ہیں۔ کچھ دیر قبل اُن میں سے ایک سولہویں کمرے کے دروازے پر بھی کھڑا رہا تھا۔ سنو، کیپٹن جعفری کی زندگی خطرے میں ہے۔ چند نامعلوم آدمیوں کو شبہ ہے کہ والٹن نے اُسے کوئی خاص بات بتائی ہے۔ وہ بات، جس کا اعلان وہ پسند نہیں کرتے۔"
"پھر میرے لیے کیا حکم ہے؟" کیپٹن خاور نے پوچھا۔
"تم، اس وقت تک کمرے سے نہیں نکلو گے، جب تک کہ میں تمھیں دوبارہ فون نہ کروں۔ دروازہ اندر سے بند رکھنا۔"
"بہت بہتر جناب! ایسا ہی ہوگا۔" کیپٹن خاور نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ خاور بھی ریسیور رکھ کر جعفری کی طرف مڑا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اُس نے کہا۔ "تم واقعی مصیبت میں پھنس گئے ہو۔"
"کیوں ۔ ۔ ۔ ؟"
خاور نے اپنی اور ایکسٹو کی گفتگو دہرا دی۔
"اے کپتان صاحب!" جعفری نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کیا تم یہ سمجھے ہو کہ میں، اُن لوگوں کے ڈر سے یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔"
خاور نے کوئی جواب نہ دیا۔ جعفری بولتا رہا۔ "میں یہ سب کچھ ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق کر رہا ہوں۔ وہ نہیں چاہتا کہ پولیس، مجھ تک پہنچے اور یہ بات تو مجھے اب معلوم ہوئی ہے کہ وہ، مجھے، پولیس کے علاوہ کسی دوسری پارٹی سے بھی بچانا چاہتا ہے۔"
"بھئی میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم ڈرپورک ہو۔" خاور بولا۔ "میں نے تو تمھیں ایک نئی بات بتائی ہے اور تمھیں خود اعتراف ہے کہ یہ اطلاع تمہارے لیے بالکل نئی ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ والٹن، ایکسٹو سے کیوں ملنا چاہتا تھا ۔ ۔ اور ایکسٹو، اُس سے واقف ہونے کے باوجود بھی کیوں نہ ملا۔"
جعفری نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ کمرے پر سکوت طاری ہو گیا تھا۔

■

عمران اور اُس کی دوست روشی، گرانڈ ہوٹل کی ایک میز پر بیٹھے بحث میں اُلجھے ہوئے تھے۔
روشی کہہ رہی تھی کہ سب سے پہلے دوربین گلیلیو نے بنائی تھی ۔ ۔ اور عمران کہہ رہا تھا۔ "نہیں، دُنیا کی سب سے پہلی دوربین، گورداسپور کے شیخ چغتائی نے بنائی تھی۔"
بات بڑھ گئی۔ روشی میز پر مُکا مار کر بولی۔ "تم لوگ ہمیشہ کے تنگ نظر ہو۔ جہاں مغرب نے کوئی بھی چیز ایجاد کی، تم نے نعرہ لگایا کہ واہ! یہ تو صدیوں پہلے کسی مسلمان نے بغداد میں بنالی تھی۔ یہ کیا لغویت ہے؟"
"میں، گورداسپور کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں گڑ بہت اچھا بنایا جاتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ انگلینڈ یا امریکہ والے اتنا اچھا گڑ نہیں بنا سکتے۔"
"مت بکواس کرو۔ میں نہیں جانتی کہ گڑ کسے کہتے ہیں؟"
"یہ لو ۔ ۔ ۔ جب تم نہیں جانتیں تو بیچارے انگلینڈ یا امریکہ والے کیا جانتے ہوں گے۔ اگر انہوں نے دو چار سو سال بعد گڑ بنالیا تو یہی سمجھیں گے کہ گڑ انہی کی ایجاد ہے۔ بھئی واہ اور اگر اس وقت کوئی یہ کہے گا کہ چار سو سال پہلے ہی گورداسپور والے گڑ بنانا جانتے تھے تو تم جیسی کسی تنگ نظر عورت کو تاؤ آجائے گا۔"
"گڑ کیا چیز ہے؟" روشی جھنجھلا کر بولی۔
"بہت بڑی چیز ہے۔" عمران سنجیدگی سے سر ہلا کر بولا۔
یہ گفتگو اونچی آواز میں ہو رہی تھی۔ دونوں سنجیدہ تھے۔ اس لیے قرب وجوار کی میزوں کے لوگ، اُن کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔
"بتاؤ نا، کیا چیز ہے؟" روشی نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"ارے، اسے بھی چھوڑو ۔ ۔ ۔"
"نہیں، دوسری بات نہیں۔ تمھیں بتانا پڑے گا۔"
"گڑ ۔ ۔ ۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کس طرح سمجھاؤں؟ کسی دن دکھا دوں گا۔"
ساتھ ہی روشی کو عمران نے کچھ اشارہ بھی کیا اور روشی خاموش ہو گئی۔
"اچھا تم یہیں انتظار کرو۔ میں ابھی گڑ لا رہا ہوں۔" اس نے اُٹھتے ہوئے کہا اور پھر ڈائننگ ہال سے باہر چلا گیا۔ روشی وہیں بیٹھی رہی۔

★

کچھ دیر بعد کمرہ نمبر سولہ کے فون کا بزر پھر چیخا۔ اس بار جعفری نے ۔ ۔ ۔ ریسیور اُٹھایا۔
"ہیلو! کمرہ نمبر سولہ!" آپریٹر لڑکی کی آواز سنائی دی۔
"یس پلیز۔"
"ہولڈ آن کیجیے۔"
پھر دوسرے ہی لمحے میں جعفری نے ایکسٹو کی آواز سُنی جو کہہ رہا تھا۔
"جعفری تم فوراً کمرہ نمبر ستائیس میں چلے جاؤ۔ وہ خالی ہے اور اُس کی بکنگ مسٹر طاہر کے نام سے ہوئی ہے۔ خاور سے کہو وہ وہیں ٹھہرے، جلدی کرو۔"
سلسلہ منقطع ہو گیا۔
جعفری بُرا سا منہ بنائے ہوئے خاور کی طرف پلٹا۔ "تم یہیں ٹھہرو

گے۔ میں کمرہ نمبر ستائیس میں جا رہا ہوں۔"

"کیوں؟ کیا ایکسٹو۔۔۔؟"

"ہاں، وہی۔۔۔ کیا مصیبت ہے۔"

"یار۔۔۔ ہمیں، ایسے آفیسر پر فخر کرنا چاہیے جو چوبیس گھنٹے جاگ کر ہماری حفاظت کرتا رہتا ہے۔"

"اچھا، میں چلا۔" جعفری نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ سنسان راہداری میں اُس کے قدموں کی آواز گونجتی رہی۔

کیپٹن خاور نے دروازہ بند نہیں کیا۔ اُس نے اپنے پائپ میں تمباکو بھرا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو کر پائپ کے ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

بمشکل تمام دس منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک اجنبی کمرے میں درآنہ گھستا چلا آیا اور اُس نے خاور کو اتنی مہلت بھی نہیں دی کہ وہ اُس حرکت کے خلاف احتجاج کر سکتا۔ خاور کی نظر اپنی طرف اُٹھتے ہوئے ریوالور کی طرف تھی پھر ایک دوسرے آدمی نے بھی کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"جعفری کہاں ہے؟" ریوالور والے نے غرّا کر پوچھا۔

"جعفری!" کیپٹن خاور نے حیرت ظاہر کی۔ پھر جلدی سے بولا۔ "اوہ تو آپ لوگ بھی کیپٹن جعفری کی تلاش میں ہیں!"

"ہاں، لیکن تم کون ہو۔۔۔ اور کل صبح اُس کے مکان میں کیا کر رہے تھے؟"

"تم پوچھنے والے کون ہو؟" خاور نے برافروختگی کا مظاہرہ کیا۔ "اور یہ تم ریوالور لیے ہوئے کیا دھمکا رہے ہو۔ اسے جیب ہی میں رکھو۔ میں ان چیزوں کی ذرا کم پرواہ کرتا ہوں۔"

"جعفری کہاں ہے؟ کچھ دیر پہلے وہ اسی کمرے میں موجود تھا۔" ریوالور والے نے آہستہ سے پوچھا۔

"مجھے بھی یہی اطلاع ملی تھی کہ جعفری یہاں ہے لیکن۔۔۔"

"لیکن۔۔۔ کیا۔۔۔؟"

"لیکن یہی کہ وہ یہاں نہیں ہے۔" خاور نے لاپروائی سے کہا۔

"پھر یہاں کون تھا، جس نے اندر سے دروازہ کھولا تھا؟"

"میرے دوست! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" خاور نے نرم آواز میں کہا۔ "میں نے بھی یہی سمجھ کر دروازے پر دستک دی تھی کہ جعفری یہاں موجود ہے لیکن اندر سے جواب نہ ملنے پر میں نے دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھل گیا۔"

"پھر تم اتنی دیر سے یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"اُس کی واپسی کا انتظار۔ مگر پھر سوچتا ہوں۔۔۔ کہ وہ دروازے کو مقفل کر کے کیوں نہیں گیا۔"

ریوالور والے کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ اُس نے پوچھا "تمہیں جعفری کی تلاش کیوں ہے؟"

"وہ، میرا دوست ہے۔ اُس نے مجھے فون پر مطلع کیا تھا کہ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ میں کل صبح اُس کے گھر پہنچا، مگر وہاں اُس کے علاوہ اور کوئی تھا، جس نے مجھ پر فائر کر دیا۔ ہم دونوں میں زبردست ٹکر ہوئی لیکن وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ وہ تم میں ہی سے کوئی رہا ہوگا۔ میں پوچھتا ہوں، آخر تم، اُس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ یا تو مجھے اُس کا قصور بتاؤ۔۔۔ یا اپنی ان حرکتوں سے باز آ جاؤ۔"

"ہم باز آ گئے، اپنی اِن حرکتوں سے۔" اجنبی نے ریوالور کو جیب میں ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "آؤ، ہم سب مل کر اُسے تلاش کریں۔ اسی میں اُس کی بھلائی ہے۔ لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم لوگوں میں سے کسی نے تم پر یا اُس پر فائر کیا ہوگا۔"

"میرے پاس اب اتنا وقت نہیں ہے۔" خاور نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "وہ خود ہی حماقتیں کر رہا ہے۔ اگر اُسے کسی قسم کا خطرہ محسوس ہوا تھا تو اُسے سیدھے میرے گھر آ جانا چاہیے تھا۔ وہ جانتا ہے کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں۔ اُسے میری صلاحیتوں کا بھی علم ہے۔"

"اچھا فرض کرو، وہ آ جاتا تمہارے پاس۔ تو تم کیا کرتے؟"

"اُسی صورت میں تمہیں قدرِ عافیت معلوم ہوتی جب وہ میرے گھر میں پناہ [illegible]"

"تم کیا کام کرتے ہو؟"

"میں [illegible] کا ایک پنشن یافتہ افسر ہوں۔" خاور نے لاپروائی سے کہا۔ "میں اور جعفری بہت دنوں تک ساتھ رہے ہیں۔"

"تب تو تم پر لعنت بھیجنے کو دل چاہتا ہے۔" ریوالور والا خشک لہجے میں بولا۔

"کیوں؟" دفعتاً خاور غرّایا۔ "تم حد سے بڑھ رہے ہو۔"

"میں نے لعنت یوں بھیجی ہے کہ تم پنشن یافتہ ہوتے ہوئے بھی سرکاری کام میں روڑے اٹکا رہے ہو۔" ریوالور والے نے کہا۔

"سرکاری کام؟" خاور نے چونک کر کہا۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے جو سو فیصدی مصنوعی تھے۔

ریوالور والے نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک وزیٹنگ کارڈ نکال کر خاور کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ لیتے ہوئے خاور کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

کارڈ پر تحریر تھا۔ "ایس۔ ٹی۔ بھٹی، انسپکٹر آف سی۔ آئی۔ ڈی۔"

"انسپکٹر صاحب!" خاور نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ جعفری ہی نے اس انگریز کو قتل کیا ہوگا۔"

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔" ریوالور والے نے لاپروائی سے کہا۔ چند لمحے خاور کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیپٹن خاور، تم محکمے کی مدد کر سکتے ہو۔"

"انسپکٹر صاحب! میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکے گا۔"

"فی الحال مجھے، جعفری کا پتہ بتا دو۔"

"اب... ٹھہریئے! میں بتاتا ہوں... اُسے..." خاور کچھ سوچتا ہوا بڑبڑانے لگا۔ "نہیں، وہاں بھی نہیں۔ ارشاد ڈرپوک آدمی ہے۔ وہ وہاں بھی نہ ہوگا... اوہو، جولی..." خاور دفعتاً اچھل پڑا اور ریوالور والے کی طرف شرارت آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "میں بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے؟"

"تو بتاؤ نا...؟" ریوالور والے نے جھنجھلا کر کہا۔

"دیکھئے! اب وہ جولی کے علاوہ اور کسی کے ہاں نہ مل سکے گا۔ جولی اُس کی داشتہ ہے، جو ڈریکن اسٹریٹ کے گیارہویں مکان میں رہتی ہے۔"

"کیا تم وہاں تک ہمارے ساتھ چل سکو گے؟"

"کیوں نہیں، مسٹر بھٹی! ضرور، ضرور۔ اگر جعفری ہی اس انگریز کا قاتل ہے تو میں، اُسے پھانسی کے تختے ہی پر دیکھنا پسند کروں گا۔ مجھے ایسے لوگوں سے بڑی نفرت ہے، جو قانون کا احترام کرنا نہ جانتے ہوں۔"

"اچھا تو آؤ۔" ریوالور والے نے ہاتھ ہلا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

پھر وہ تینوں کمرے سے راہداری میں آگئے۔ خاور سب سے پہلے باہر نکلا تھا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک سایہ وہاں سے ہٹ کر برابر والے کمرے میں چلا گیا ہو لیکن اُس نے اُسے وہم سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ کوئی آدمی تھا تو اس سے اتنے پھرتیلے پن کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

بہرحال راہداری طے کر کے زینوں کی طرف بڑھتے ہوئے خاور سوچ رہا تھا کہ اُسے جولی کے گھر پہنچ کر کیا کہنا ہوگا۔

جولیانا فٹزواٹر، دراصل کیپٹن خاور ہی کی طرح محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کی رکن تھی۔

خاور نے یہ سب کچھ کر ڈالا تھا مگر اب سوچ رہا تھا کہ ایکسٹو اُسے پسند بھی کرے گا یا نہیں۔ ویسے اُسے یقین تھا کہ اس وقت بھی ایکسٹو ہزار آنکھوں سے اس کی نگرانی کر رہا ہوگا۔ وہ گرانڈ ہوٹل سے باہر آکر ایک کار کی طرف بڑھے۔

"یہاں میری موٹر سائیکل موجود ہے۔" خاور بولا۔

"اُسے یہیں رہنے دو۔" ریوالور والا مسکرایا۔ "میں تمھیں یہیں پہنچا دوں گا۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔"

خاور اگلی سیٹ پر ریوالور والے کے برابر بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی پچھلی سیٹ پر پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔ ریوالور والے نے کار اسٹارٹ کر دی۔

تھوڑی دیر بعد خاور نے کہا۔ "یہ کدھر جا رہے ہو؟ ڈریکن اسٹریٹ کی طرف چلو نا۔"

"نہیں، پہلے میں، تمھیں ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔"

"کیوں...؟"

"تمھارے بیان کے لیے۔"

"میرا وقت برباد مت کرو۔" کیپٹن خاور نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا، جتنا تمھیں بتا چکا ہوں۔"

"بس، اتنے ہی کی ہمیں ضرورت بھی ہے۔" ریوالور والے نے کہا۔ "ہمارا چیف باضابطہ کارروائی چاہتا ہے۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے۔"

"تمھاری مرضی۔" خاور نے بے دلی سے کہا اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ وہ آنے والے لمحات کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے پھر بولنا پڑا۔ "ہم ڈکسن روڈ پر جا رہے ہیں۔ کیا لمبا چکر لگا کر ہیڈ کوارٹرز تک پہنچنے کا ارادہ ہے؟"

"چُپ چاپ بیٹھے رہو۔" دفعتاً پیچھے بیٹھا ہوا آدمی غرّایا اور اُس کے ریوالور کی نال خاور کی گردن سے آ لگی۔

"یارو، کیا سچ مچ پاگل ہو گئے ہو؟" خاور جھنجھلا کر بولا۔ "میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ چلتی کار سے چھلانگ لگا دوں۔"

جواب میں کچھ نہیں کہا گیا لیکن ریوالور کی نال بدستور اُس کی گردن سے لگی رہی۔ خاور بھی خاموش ہو گیا۔ وہ بکواس کر کے اپنی زبان نہیں تھکانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ، اُسے کیوں لے جا رہے ہیں۔

کار شہر سے باہر آگئی... بڑی بڑی عمارتیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور اب سرسبز میدانوں اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے سلسلے شروع ہو گئے تھے۔ بالآخر کار ایک جگہ رُک گئی اور خاور سے اُترنے کو کہا گیا۔ ریوالور اب بھی اُس کی گردن پر موجود تھا۔ خاور نے کسی حیل و حجت کے بغیر تعمیل کی۔

اب وہ ایک عمارت کی طرف جا رہے تھے جس کی چمنی سے خاور نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی قسم کی فیکٹری ہے۔ قریب پہنچنے پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ حقیقتاً شیشے کے برتنوں کا کارخانہ ہے۔

جیسے ہی وہ پھاٹک میں داخل ہوئے۔ ایک کار فرّاٹے بھرتی ہوئی سڑک سے گزر گئی اور خاور نے دل ہی دل میں ایکسٹو کا نعرہ لگایا۔ لیکن پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھا اور نہ ان دونوں ہی نے دیکھنے کی زحمت گوارا کی۔

جولیانا فٹزواٹر جو نسلاً سوئس تھی، ہمیشہ اطالوی گیت گایا کرتی تھی۔ اُسے اطالوی موسیقی بہت پسند تھی۔ لیکن جب بھی اُسے اپنے پُراسرار آفیسر ایکس ٹو کا فون ریسیو کرنا پڑتا تھا تو اُسے گھنٹوں

"بہت بہتر جناب" جُولیا نے کہا لیکن اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار تھے۔

"تمھیں حیرت ہوگی!" ایکسٹو نے کہا۔ "لیکن میں تمھیں بتاتا ہوں دو افراد جعفری کی تلاش میں ہیں۔ وہ تمھیں، اُس کی داشتہ سمجھ کر تمھارے پاس آرہے ہیں۔ تم، اُنہیں ڈرائنگ رُوم میں بٹھانا۔ وہ، جعفری کے متعلق پوچھ گچھ کریں تو تم کہنا کہ تم پہلی بار وہ نام سُن رہی ہو۔ جب وہ تصویر کی طرف اشارہ کریں تو اس طرح چونکنا، جیسے وہاں تھیں، اس کی موجودگی کا دھیان ہی نہ رہا ہو۔ پھر خوفزدہ نظر آنے لگنا۔ ظاہر ہے کہ پھر تمھیں، جعفری کے متعلق کچھ نہ کچھ بتانا ہی پڑے گا۔ شاید وہ دونوں خود کو محکمۂ سراغرسانی کے اُفسر ظاہر کریں۔ لہٰذا تم، اُنہیں وہ مقام بتا دینا، جہاں جعفری رُوپوش ہے۔"

"مجھے، اس کا علم نہیں ہے، جناب!" جولیا نے جواب دیا۔

"تم، اُن دونوں کو دانش منزل لے جانا۔ عمارت خالی ہے میں نے سارے انتظامات مکمل کرا دیے ہیں۔ بس تم، اُنہیں یہ کہہ کر وہاں لے جانا کہ جعفری وہیں چھُپا ہُوا ہے۔ بقیہ معاملات کو میں دیکھ لوں گا۔"

"بہت بہتر، جناب! ایسا ہی ہوگا۔"

"مجھے، تمھاری ذہانت پر فخر ہے۔" ایکسٹو نے کہا اور جولیا خوشی سے پھُول گئی۔ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

★

کیپٹن خاور کو زبردستی ایک کمرے میں دھکیل دیا گیا۔ اس وقت کارخانے کی مشینیں بند تھیں اور وہاں سناٹے کی حکمرانی تھی... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہاں اُن چار افراد کے علاوہ اور کوئی بھی نہ ہو۔ وہ دونوں جو خاور کو یہاں تک لائے تھے، جا چکے تھے۔ اُن کی جگہ دوسرے تین آدمیوں نے لے لی تھی... لیکن ان تینوں کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔

"مجھے تو کہا گیا تھا کہ ہیڈ کوارٹرز..." خاور نے احتجاجاً کہا۔

"اسے بھی وہی سمجھو" ایک نقاب پوش بولا۔ "ہاں، اب بتاؤ کہ والٹن نے جعفری سے کیا گفتگو کی تھی؟"

"کیا میں، اُن دونوں کے پاس موجود تھا؟" خاور نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" نقاب پوش بولا۔ "جعفری نے تم سے اس کا تذکرہ ضرور کیا ہوگا۔"

"نہیں، مَیں کچھ نہیں جانتا۔"

"اچھا۔" نقاب پوش اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف مُڑ کر بولا۔ "اسے ٹھیک کرو۔"

خاور اُچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن اُس کا ریوالور تو پہلے ہی چھین لیا گیا تھا۔ ویسے وہ خالی ہاتھ ہونے کے باوجود بھی لڑ مرنے کے لیے تیار تھا۔

اطالوی کیا سو بیس گیت بھی یاد نہیں آتے تھے۔

محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کے آٹھ ممبروں میں سے وہ بھی ایک تھی۔

اس وقت وہ ایک اطالوی گیت گنگنا رہی تھی اور ہاتھ سوئٹر بُننے میں مصروف تھے کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔

اُس نے سوئٹر ایک طرف رکھ دیا اور اُٹھ کر ایک طویل انگڑائی لی۔ گھنٹی برابر بجتی رہی۔

"ہیلو... لو..." اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مس جُولیا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس جُولیا اسپیکنگ!"

"میں، ایکسٹو بول رہا ہوں۔"

"یس، سر... یس، سر!" جُولیا بوکھلا گئی۔ اُس کا سر ہَوا میں اُڑنے لگا۔

"تم، جعفری کے حالات سے واقف ہی ہو۔"

"جی ہاں، مجھے معلوم ہُوا ہے۔"

"تمھارے پاس جعفری کی کوئی تصویر ہے؟"

"جی ہاں ہے۔"

"اچھا تو تمھارے ڈرائنگ رُوم میں جو ٹیبل فریم ہے اور جس میں ایلی بروڈنی کی تصویر لگی ہُوئی ہے... کیوں ہے نا؟ میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

"آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔" جُولیا نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اچھا تو اس فریم سے ایلی بروڈنی کی تصویر نکال کر جعفری کی تصویر لگا دو۔"

وہ تینوں بیک وقت اُس پر ٹوٹ پڑے مگر خاور پر قابو پانا آسان کام نہیں تھا۔ اُس نے دو چار ہی ہاتھوں میں اُن کے مزاج درست کر دیئے۔ لیکن آخرکار اُس کا ستارہ گردش میں آ ہی گیا۔ جب وہ پینترے بدل بدل کر اُن پر گھونسے برسا رہا تھا، ایک نے زمین پر بیٹھ کر اُس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور وہ مُنہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا، پھر خاور کو ہوش نہیں کہ وہ کیسے اور کتنی دیر بیہوش رہا۔

جب اُس کی آنکھ کھلی تو اُس نے محسوس کیا کہ وہ کسی کمرے میں نہیں ہے۔ سر پر کھلا ہوا نیلا آسمان تھا اور چاروں طرف قدِ آدم جھاڑیاں لہرا رہی تھیں۔ جنگل، بسیرا لینے والے پرندوں کے شور سے گونج رہا تھا۔ دھوپ میں سُرخی سی پیدا ہو چکی تھی اور خاور کا جسم سردی سے کانپ رہا تھا۔ اُس کے جسم پر ایسے کپڑے نہیں تھے جو دسمبر کی ایک سرد ترین شام کا مقابلہ کر سکتے۔

وہ اُٹھ بیٹھا۔ اُسے حیرت تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچا۔ حالانکہ ابھی اس کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا لیکن وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایسے حالات میں جسم کے درد یا سر کے چکر کی طرف دھیان دینا بڑی غیر فطری بات ہوتی۔ اچانک جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور اُسے جھاڑیوں کے اوپر کسی کا سر دکھائی دیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ شخص، اس کے سامنے تھا۔

"اوہ، تنویر!" خاور کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا "تم کہاں؟"

"تمہاری موٹر سائیکل باہر موجود ہے۔" تنویر بولا۔ "ایکس ٹو کی ہدایت پر میں، اُسے گرانڈ ہوٹل سے یہاں لایا تھا۔ اسی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ تم، اِن جھاڑیوں میں بے ہوش پڑے ہو۔"

"فون پر گفتگو ہوئی تھی؟" خاور نے پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" تنویر نے کہا۔

"اُس نے تمہیں اور کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"نہیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم یہاں کتنی دیر سے ہو؟" خاور نے پوچھا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے سے... میں نے تمہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہا۔ اب پانی کی تلاش میں گیا تھا مگر یہاں کوئی تالاب بھی نہیں ہے نہر ہے لیکن آج کل خشک پڑی ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں یہاں کیسے پہنچا؟" خاور بڑبڑایا۔

"مگر بات کیا تھی؟" تنویر نے پوچھا۔

"وہی جعفری والا قصہ۔" خاور بولا۔

"لیکن وہ قصہ کیا ہے؟"

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔" خاور نے کہا۔ "جتنا تم جانتے ہو اُس سے زیادہ میری معلومات نہیں۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ اس معاملے میں تم، میرے کردار سے بے خبر ہو۔"

خاور نے وہ سب کچھ دُہرا دیا، جو اس پر اب تک گزری تھی۔

"اوہو!" تنویر نے ایک لمبی سانس لی۔ "تب تو تمہیں یہاں تک پہنچانے والا ایکسٹو ہی ہوگا۔"

"تنویر! تم نے کبھی خواب میں بھی ایسا افسر دیکھا ہے۔ خدا کی قسم! دُنیا کے پردے میں ایسا آدمی نہیں ملے گا۔ افسر کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ میز کے پیچھے بیٹھ کر حکم چلایا کرے۔"

"مگر وہ سامنے کیوں نہیں آتا؟"

"یہ بڑا اچھا ہے کہ ہم، اُس کی شخصیت سے ناواقف ہیں۔ ورنہ ہم اتنے پھرتیلے پن کے ساتھ کام نہ کر سکتے۔ یہ بہت اچھا ہے، خاور!"

وہ دونوں جھاڑیوں سے نکل کر سڑک پر آئے۔ وہاں خاور کی موٹر سائیکل موجود تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔

"اب کیا رائے ہے؟" خاور نے پوچھا۔ "گلاس فیکٹری کی طرف سے واپس چلیں؟"

"نہیں۔" تنویر سر ہلا کر بولا۔ "اس قسم کی کوئی ہدایت نہیں ہے۔"

"خیر..." خاور مُردہ سی آواز میں بولا۔ "... میں، اس طرح تو واپس نہیں جانا چاہتا تھا... اچھا... آئندہ کے لیے بھی کوئی ہدایت؟"

"نہیں کچھ بھی نہیں۔" تنویر بولا۔

جنگل کے سناٹے میں موٹر سائیکل کی کرخت آواز تموج پیدا کرنے لگی۔

جولیانا فٹز واٹر اُن دونوں آدمیوں کے ساتھ دانش منزل میں داخل ہوئی۔ اس نے اب تک سب کچھ ایکسٹو کی مرضی کے مطابق ہی کیا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی کہ ابھی تک ایکسٹو کی پیشن گوئیاں حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی تھیں۔ جولیا نے بھی اداکاری کی حد کر دی تھی۔ ورنہ وہ دونوں اُس کے ساتھ دانش منزل تک نہ آتے۔

جولیا نے اپنی زندگی میں پہلی بار دانش منزل کی کمپاؤنڈ میں قدم رکھا تھا۔ ویسے وہ یہ ضرور جانتی تھی کہ وہ عمارت، محکمے ہی کے کاموں کے لیے وقف ہے۔

جیسے ہی وہ پورچ میں داخل ہوئے، اندر سے ایک بیرا باہر آیا جس کی وردی بڑی شفاف تھی۔ پتہ نہیں وہ کون تھا، جولیا نے اُسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ البتہ وہ صورت ہی سے بالکل احمق معلوم ہو رہا تھا۔

"کیپٹن چنگیزی سے کہہ دو، جولیا ہے۔" جولیا آگے بڑھ کر بولی۔ بیرا خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

"کیا تم بہرے ہو؟" جولیا نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"نہیں... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" بہرے نے احمقوں کی طرح اپنے کان جھاڑتے ہوئے کہا۔ پھر دونوں مردوں سے پوچھا۔ "آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ میرے ساتھ ہیں۔ تم فضول باتیں کیوں کر رہے ہو؟" جولیا بولی۔

"اگر یہ آپ کے ساتھ ہیں، تب صاحب آپ سے مل بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی مل سکتے۔" بیرا بولا۔

"کیا بک رہے ہو؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں، میم صاحب! صاحب کا حکم ہے: مردوں سے کہہ دو، صاحب نہیں ہیں۔ عورتوں کو آنے دو۔"

پھر اچانک وہ اس طرح اپنا منہ دبا کر گال پر تھپڑ مارنے لگا جیسے یہ بات بے خیالی میں اُس کے منہ سے نکل گئی ہو اور اب اُسے نہ صرف اس پر افسوس ہو بلکہ اپنی حماقت پر غصہ بھی آ رہا ہو۔

دونوں مرد ہنسنے لگے اور جولیا، اُسے ایک طرف دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ دونوں مرد بھی آگے بڑھے مگر بیرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں، جناب! آپ یہیں انتظار کریں گے۔"

"الگ ہٹو!" دونوں نے دونوں طرف سے اُسے گھونسے رسید کیے اور وہ خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

"اسے یہیں روکے رکھیے۔" جولیا نے پلٹ کر اُن دونوں سے کہا اور اندر چلی گئی۔ وہ، اس احمق بیرے کو ڈرائنگ روم میں کھینچ لائے۔

ایک نے دوسرے سے کہا۔ "تم دروازے بند کر دو۔"

بیرا چپ چاپ کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ دوسری طرف جولیا بڑی تیزی سے اندر پہنچی اور عمارت کے عقبی دروازے سے باہر چلی گئی۔

باہر گہری تاریکی تھی اور کمپاؤنڈ سائیں سائیں کر رہی تھی۔ اس وقت اُسے اندھیرے میں چاروں طرف ایکسٹو کا جلوہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے سوچا، کیوں نہ آج ایکسٹو کا دیدار ہی کر لیا جائے۔ پھر وہ اس احمق بیرے کے متعلق سوچنے لگی۔ بڑا خوبصورت اور پیارا سا جوان تھا۔ یقیناً وہ بیرا نہ رہا ہوگا۔ حالانکہ اُس کے چہرے پر حماقت برس رہی تھی، مگر پڑھا لکھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ ایسا آدمی جو بیرا بننا کبھی پسند نہیں کر سکتا۔

کیا وہی ایکسٹو تھا؟ مگر یہ خیال جولیا کو فضول معلوم ہوا۔ وہ ایکسٹو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس کے ذہن میں ایکسٹو کا تصور بڑا بھیانک تھا۔ وہ سوچنے لگی اس وقت ایکسٹو یقینی طور پر یہاں موجود ہے۔

وہ، عمارت کی پشت سے پھر پائیں باغ میں آ گئی۔ پورچ کی روشنی گل ہو چکی تھی اور اب کوئی کھڑکی بھی روشن نہیں نظر آ رہی تھی۔

جولیا، کراٹا کی باڑھ کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی۔ اس کا فاصلہ عمارت سے زیادہ دور نہیں تھا اور وہ پورچ والی روشنی کے قریب تھی۔

اچانک اُسے دو چیخیں سنائی دیں اور وہ سو فیصدی ان ہی دونوں کی تھیں جو اُس کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔ پھر اس طرح سناٹا چھا گیا جیسے چیخنے والوں کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔

سردی بہت شدید تھی۔ جولیا کے دانت بج رہے تھے لیکن وہ وہاں سے ہٹی نہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے زمین نے اُس کے پیر پکڑ لیے ہوں۔ اسی حالت میں ایک گھنٹہ گزر گیا۔ پھر شاید کوئی دروازہ کھولا گیا اور کچھ اس قسم کی آوازیں آنے لگیں جیسے دو آدمی آپس میں جوتم پیزار کر رہے ہوں... وہ ایک دوسرے کو گالیاں بھی دے رہے تھے۔

پورچ سے نکل کر وہ روش پر آ گئے۔ یہاں تک تو وہ الگ الگ آئے تھے لیکن اچانک اُن میں سے ایک نے پھر دوسرے کو گالی دی اور وہ پھر لپٹ پڑے۔ دونوں میں زور ہونے لگا۔ ان کی باتیں بے سر و پا تھیں... گالیاں بے تکی... جو کچھ بھی منہ میں آ رہا تھا، بک رہے تھے۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ یا تو نشے میں ہوں یا پھر پاگل ہو گئے ہوں۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ اُن کی شکلیں تو نہ دیکھ سکی لیکن اُنہیں پہچان لینے میں دشواری پیش نہ آئی۔ کیونکہ وہ اپنی آوازوں سے پہچانے جاتے تھے۔ یہ وہی دونوں تھے۔ ان میں سے ایک خود کو چھڑا کر پھاٹک کی طرف بھاگا... اور دوسرا قہقہے لگاتا اور تالیاں بجاتا ہوا اُس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

جولیا کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اتنی تیزی سے کہ جولیا ڈرنے لگی کہ کہیں ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔

وہ دونوں پھاٹک سے نکل کر سڑک پر غائب ہو چکے تھے۔ جولیا کچھ اتنی خائف ہو گئی تھی کہ ایکسٹو کو دیکھنے کا شوق ذہنی ہیجان کے بھنور میں ڈوب گیا۔ وہ بھی بے تحاشا دوڑتی ہوئی پھاٹک کے باہر آ گئی۔ سڑک پر پہنچ کر وہ کافی دور تک پیدل ہی چلتی رہی۔ دراصل اُسے یہ یاد ہی نہیں تھا کہ یہاں سے اُس کی قیام گاہ بہت دور ہے۔

سڑک پر ایک جگہ اُسے اتنا مجمع نظر آیا کہ ٹریفک قریب قریب رک گیا تھا۔ شور و غل کی آوازیں فضا میں انتشار برپا کر رہی تھیں۔ جولیا ابھی اس ہجوم سے دور ہی تھی کہ یکایک ہجوم منتشر ہو گیا اور تین چار کانسٹیبلوں کی سرخ ٹوپیاں دکھائی دیں۔ وہ، دو آدمیوں کو دھکے دے دے کر آگے بڑھا رہے تھے۔

یہ دونوں آدمی... جولیا نے اُنہیں پہچان لیا۔ یہ وہی تھے جنہیں وہ دانش منزل میں پراسرار ایکسٹو کے حوالے کر آئی تھی... اُن کے لباس

تار تار ہو کر جسموں پر جھول رہے تھے اور چہرے پر خون کی لکیریں بہہ رہی تھیں آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گونگے، بہرے اور اندھے ہوں۔

"ہپ... ہپ... چپ ہپ... ہیہ ہے!" ایک نے ہانک لگائی اور دوسرا گھٹنے کی طرح بھونکنے لگا۔ دونوں کی گردنیں دبوچ کر انہیں پھر دھکا دیا گیا۔ دو کانسٹیبلوں نے پیچھے مڑ کر اپنے ڈنڈے گھمائے اور ان میں سے ایک چیخا... "پیچھے ہٹو... جاؤ... کوئی پیچھے نہیں آئے گا۔"

لیکن اس کے باوجود بھی ہجوم کانسٹیبلوں کے پیچھے چلتا رہا۔ سب سے آگے وہ دونوں دھکے کھاتے چل رہے تھے۔

جولیا اس وقت تک وہیں کھڑی رہی۔ جب تک ہجوم دوسرے موڑ پر نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ جولیا کے پاؤں کانپ رہے تھے اور وہ محسوس کر رہی تھی جیسے وہ ایک قدم بھی آگے نہ چل سکے گی۔ یہاں روشنی میں بھی اسے چاروں طرف ایکسٹو کے بھوت نظر آ رہے تھے۔

اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور پچھلی سیٹ پر کسی لاش کی مانند ڈھیر ہو گئی۔

☆☆

وہاں سے وہ سیدھی خاور کے مکان پر پہنچی۔ اسے خاور کو پیش آئے ہوئے حادثات کا علم نہیں تھا۔ اس کی طرف رخ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ خاور اپنا زیادہ تر وقت گھر ہی پر گزارتا تھا۔ دوسروں کے متعلق یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ لوگ اپنی قیام گاہوں پر ہی مل جائیں گے۔

خاور نے جولیانا فٹز واٹر کو حیرت سے دیکھا۔ کیونکہ اس نے آج تک اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بال پریشان تھے۔ غازہ اڑا اڑا سا تھا۔ لپ اسٹک ہونٹوں کی حدود سے نکل گئی تھی۔ شاید اس نے بے خیالی میں اپنے ہونٹ مسلے تھے۔

"خیریت!" خاور اٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں... آں... بیٹھو، بیٹھو۔ سب سے پہلے مجھے پانی چاہیے میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔"

پانی آیا اور وہ ایک ہی سانس میں پورا گلاس چڑھا گئی۔ حالانکہ وہ، دسمبر کے اواخر کا پانی تھا... برفاب... پھر وہ تقریباً دس منٹ تک آنکھیں بند کیے آرام کرسی میں پڑی رہی۔ دفعتاً خاور نے کہا۔

"مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ بتاؤ کیا بات ہے؟ کیا تم آئینہ دیکھنا پسند کرو گی؟"

"آہا ضرور..." جولیا نے اپنے پرس سے چھوٹا سا آئینہ نکالا اور پھر بے تحاشا ہنسنے لگی۔

"نہیں بتاؤ گی، تم؟" خاور نے دوبارہ پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ گے کہ چہرے پر ورم کیوں ہے؟" جولیا نے پوچھا۔

"میں نے مار کھائی تھی۔" خاور جھنجھلا کر بولا۔

"اور میں نے مار کھلوائی تھی۔" جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میں اب نہیں پوچھوں گا۔" خاور نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

جولیا کچھ دیر تک اس کے چہرے کا مضحکہ اڑاتی رہی۔ پھر اپنی داستان دہرانے لگی۔ خاور بڑے غور سے سن رہا تھا۔

"میرے خدا!" اس نے لمبی سانس لے کر کہا۔ "ایکسٹو نے میرا انتقام لے لیا۔"

"کیوں؟ تمہارا انتقام... میں نہیں سمجھی۔"

"اپنی داستان ایسی ہے جسے ہنس ہنس کر بیان کیا جائے۔" خاور نے برا سا منہ بنا کر کہا... اور اپنی پیشانی ٹٹولی جو ورم کی وجہ سے کئی ناہموار حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ اسے بھی اپنی داستان دہرانی ہی پڑی۔

"مگر تم جھاڑیوں میں کیسے پہنچے تھے؟" جولیا نے پوچھا۔

"ایکسٹو کا معجزہ۔ اس کے علاوہ اور کیا کہوں؟ اس نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے فون کیا تھا۔ وہ تین افراد تو فرار ہی ہو گئے تھے۔ اسے پوری فیکٹری میں صرف میں ہی ملا تھا اور وہ بھی بے ہوشی کے عالم میں۔ بہرحال اس نے نہ صرف جھاڑیوں میں پہنچایا تھا بلکہ میری موٹر سائیکل بھی وہیں بھجوا دی تھی جسے میں گرانڈ ہوٹل میں چھوڑ آیا تھا... مگر تمہارا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"مجھے خود بھی حیرت ہے۔ آخر وہ دونوں آپس میں کیوں لڑ مرے تھے۔ میں سچ کہتی ہوں بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انہیں اپنے سر پیر کا ہوش ہی نہ ہو۔"

"تب تو حقیقتاً یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ایکسٹو کوئی انسان نہیں بلکہ بھوت ہے مگر تم تھوڑی سی ہمت کر کے اسے آج دیکھ سکتی تھیں۔"

"نہیں، میرا خیال ہے کہ میری جگہ جو بھی ہوتا، ہمت ہار دیتا۔" جولیا نے خود اعتمادی سے کہا۔

"خیر... ہاں..." خاور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو... اوہ، آپ!... جی ہاں، مس جولیا یہیں ہیں... خدا کی قسم! آپ ہمیں ہر وقت حیرت میں ڈالے رہتے ہیں۔" خاور نے خاموش ہو کر ریسیور جولیا کو دے دیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ دوسری طرف سے بولنے والا کون ہو سکتا ہے۔

"یس سر۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کہو، کیسی ہو؟" دوسری طرف سے ایک ہلکے سے قہقہے کے ساتھ پوچھا گیا۔

"ٹھیک ہوں، جناب!"

"تم شاید ڈر گئی ہو؟"

جولیا جھینپی ہوئی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "جی ہاں، حالات ہی ایسے تھے۔ ان دونوں کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا؟"

"اوہ... وہ۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں نے اُن لوگوں کے خلاف سائنٹفک جنگ شروع کردی ہے۔ یہ، میری ایک تازہ ترین ایجاد، پاگل کردینے والے انجکشن کا اثر تھا، جو دو ماہ سے پہلے نہیں زائل ہوسکتا ہے یعنی سردی کے موسم میں پاگل ہی رہیں گے۔ گرمی شروع ہونے پر حالت سُدھر جائے گی۔ تم پوچھوگی میں نے ایسا کیوں کیا؟ وہ بھی بتائے دے رہا ہوں تاکہ تم لوگ بھی محتاط رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملات، اس اسٹیج پر پولیس کے علم میں آئیں۔ اس سے کھیل بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا ان لوگوں سے معلوم کرکے انہیں ذہنی خلل میں مبتلا کردیا تاکہ وہ کسی کو بتا ہی نہ سکیں۔ اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہوتی کہ انہیں پولیس کے حوالے کردیا جاتا... مگر میں ابھی نہیں چاہتا۔ غالباً اب سمجھ گئی ہوگی؟"

"جی ہاں، سمجھ گئی۔"

"بس، اب آرام کرو۔" ایکسٹو نے سلسلہ منقطع کردیا۔ لیکن جولیا، ریسیور کان ہی سے لگائے رہی۔ اُس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا تھا... ایکسٹو... وہ سوچ رہی تھی... کتنا خطرناک آدمی ہے۔

⊛

دسمبر کی آخری تاریخوں کی ایک سرد رات تھی۔ تاروں کا غبار، بیکراں نیلگوں وسعتوں میں بکھرا ہوا تھا۔ دفعتہً مغربی اُفق پر سُرخ رنگ کے چمکدار بادل کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ وہ بڑی تیزی سے حرکت کررہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کا حجم بھی کم ہوتا جارہا تھا۔ شہر کے وسط میں پہنچتے پہنچتے وہ صرف ایک ننھا سا نقطہ رہ گیا... سُرخ اور چمکدار نقطہ، جس سے شعاعیں سی نکلتی معلوم ہورہی تھیں۔ وہ خلا میں ایک جگہ تھم گیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ستارہ دہکتے ہوئے انگارے میں تبدیل ہوگیا ہو۔ پھر اچانک وہ بڑی تیزی سے حرکت کرنے لگا۔ اس بار، اُس نقطے سے سُرخ رنگ کی چمکدار لکیریں خارج ہورہی تھیں... مگر وہ لکیریں...

لوگ چلتے چلتے رُک گئے۔ ذرا ہی دیر بعد جگہ جگہ لوگوں کے جمِّ غفیر نظر آنے لگے۔ ٹریفک بند ہوگیا۔ وہ لکیریں نہیں تھیں بلکہ ایک تحریر تھی۔

"وکٹوریا اسٹریٹ کے لوگو! تم پر تباہی آرہی ہے... صرف ایک گھنٹے کے بعد قیامت سے تمہارا سامنا ہوگا۔ بھاگو۔"

چمکدار نقطہ اس تحریر سے بالکل الگ تھا اور ایک جگہ پر جم سا گیا تھا شہر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ملٹری ہیڈکوارٹرز کی سرچ لائٹیں، اندھیرے کا سینہ چیرنے لگیں... روشنی کی بے شمار آڑی ترچھی لکیریں زمین سے آسمان تک نظر آنے لگیں... مختلف اسٹیشنوں کے ٹرانسمیٹر چیخ رہے تھے۔ "کچھ پتا نہیں چلتا

DHUVEN KI TEHREER by IBNE SAFI

... وہ بہت بلندی پر ہے۔ سرچ لائٹوں کی دسترس سے بہت دور!

تقریباً ایک درجن جیٹ طیارے شہر پر چنگھاڑنے لگے... آسمانی سرخ تحریر آہستہ آہستہ اپنا حجم بڑھاتی جارہی تھی... لیکن وہ چمکدار نقطہ غائب ہوچکا تھا... سرچ لائٹ کے آڑے ترچھے مینار، اب بھی زمین و آسمان ایک کررہے تھے... طیارے گرج رہے تھے اور ٹرانسمیٹروں پر پل پل کی خبریں نشر ہورہی تھیں... لیکن بے سود۔

اس تحریر کا عقدہ نہ کھل سکا... اب وہ تحریر نہیں رہ گئی تھی۔ اس کا حجم بڑھتے بڑھتے سرخ رنگ کے بادلوں میں تبدیل ہوگیا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں سڑکیں ویران ہوگئیں۔ وکٹوریہ اسٹریٹ کی حالت ہی عجیب تھی لوگ بے تحاشہ گھروں سے نکل کر شہر کے دوسرے حصوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جنہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ مگر یہ بڑے آدمیوں کے سایۂ عاطفت میں رہنے والے چھوٹے لوگ تھے۔

وکٹوریہ اسٹریٹ میں دراصل بڑے بڑے تاجر اور کارخانوں کے مالک آباد تھے۔ اس طبقے کے لوگ عموماً ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں، جن لوگوں کو دوسروں کی چھینکیں اور ڈکاریں مستقبل سے مایوس کردیتی ہوں، اُن کی بدحواسی کا کیا پوچھنا، جو ذرا ذرا سی بات پر "شگون" اور "ساعت" کے چکر میں پڑجاتے ہوں۔ اُن کے لیے یہ کھلا ہوا آسمانی اعلان قربِ قیامت ہی کی دلیل تھا۔

ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد وہی سرخ نقطہ پھر آسمان پر دکھائی دیا۔ ابھی وکٹوریہ اسٹریٹ میں افراتفری ہی مچی ہوئی تھی،... وہ نقطہ وکٹوریہ اسٹریٹ پر مسلط ہوگیا اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اس میں سے ایک دوسرا نقطہ نکل کر نیچے آرہا ہو۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی، اتنی تیز کہ اس پر نظر کا ٹھہرنا محال معلوم ہورہا تھا لیکن اب وہ کوئی ننھا سا نقطہ نہیں تھا بلکہ سرخ رنگ کا ایک بڑا سا غبارہ معلوم ہونے لگا تھا۔

اچانک وہ ایک چار منزلہ عمارت کی چھت سے ٹکرا کر پھٹ گیا اور وہ عمارت کثیف اور بدبودار دھوئیں میں چھپ گئی... پھر وہ دھواں پھیلنے لگا۔ پھیلاؤ کے ساتھ ہی ساتھ اس میں کثافت بھی بڑھتی جارہی تھی۔ وہ اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ اس کی لپیٹ میں آئے ہوئے دو آدمی ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ خواہ اُن کا درمیانی فاصلہ ایک گز سے بھی کم رہا ہو۔ لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح اپنی قیام گاہوں سے نکل کر اِدھر اُدھر منتشر ہونے لگے۔ شور کا یہ عالم تھا جیسے سچ مچ صورِ اسرافیل پھونک دیا گیا ہو۔ بہرحال وہ قیامت ہی کا منظر تھا۔ نہ جانے کتنے دم گھٹ جانے کی وجہ سے ختم ہوگئے۔

دو لاشیں وکٹوریہ اسٹریٹ سے برآمد ہوئیں۔ یہ خبر دوسرے دن کے اخبارات میں نظر آئی۔ یہی نہیں بلکہ تقریباً پانچ کروڑ روپے اور کروڑوں روپے کے جواہرات بھی غائب ہوگئے تھے۔ شہر کے صرف ایک حصے پر یہ مصیبت نازل ہوئی تھی لیکن ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے پورا شہر ویران ہوجائے گا لوگ بُری طرح بھاگ رہے تھے۔ اندیشہ تھا کہ مضافات کی آبادی کے لیے یہ لوگ قیامت بن جائیں گے۔

شہر ملٹری کی نگرانی میں دے دیا گیا تھا اور چاروں طرف فوجی دستے گشت کر رہے تھے۔ جب فوجیوں نے دیکھا کہ لوگ کسی طرح رُکتے ہی نہیں، تو انہوں نے تشدد شروع کردیا۔ شہر کے بعض حصوں میں انہیں فائرنگ بھی کرنے پڑے۔ اس کا نتیجہ اچھا ہی نکلا۔ لوگ گھروں میں بند ہوکر بیٹھ گئے لیکن اُن کی زبانیں بڑی تیز رفتاری سے چلتی رہیں۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر حکومتِ وقت کو گالیاں دے رہے تھے۔ ان لوگوں میں صرف شیخ نتھو یا میر محسن ہی نہیں تھے بلکہ پروفیسر فلاں اور ڈاکٹر فلاں جیسے لوگ بھی عام آدمیوں کی سطح پر آگئے تھے۔ اس وقت نہ انہیں "بین الاقوامی سیاست" سوجھ رہی تھی اور نہ وہ ہوٹل ہی یاد آرہے تھے، جہاں بیٹھ کر وہ چائے کے ساتھ ہی ساتھ چھٹ بھیّوں کو سوسائٹی کے نظم و ضبط سے متعلق لکچر بھی پلایا کرتے تھے۔

◈

حالات کو اعتدال پر آنے میں تقریباً ایک ہفتہ لگ گیا۔ اس کے بعد شہر میں پھر سکون ہوگیا... لیکن ملٹری کا ہیڈ کوارٹرز اور محکمۂ سراغرسانی بدستور انتشار میں مبتلا رہا۔ یہ دونوں ہی اُسے کوئی آسمانی بلا سمجھنے پر تیار نہیں تھے۔

کیپٹن فیاض کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔ پریشانی کی بات بھی تھی۔ محکمۂ سراغرسانی ہوتا ہی اس لیے ہے کہ ڈھکی چھپی سازشوں کو بے نقاب کرتا رہے بلکہ سازشیوں کو اس بات کا موقع ہی نہ دے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔ فیاض پر حکامِ بالا کی اتنی بوچھاڑیں پڑی تھیں کہ اس کی عقل ٹھکانے آگئی تھی۔

عقل ٹھکانے آنے کا یہ مطلب تھا کہ اب اُسے ایک بے عقل کو تلاش کرنا چاہیے۔ لہٰذا اُسے شہر کے سب سے بڑے بے عقل کو تلاش کرنے

کی فکر ہوئی۔ وہ تو ویسے بھی اُسے کئی دنوں سے تلاش کر رہا تھا مگر جب حُکّام بالا کی جھڑکیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں تو اُسے ہر قیمت پر ڈھونڈ نکالنا پڑا۔ اُس نے تقریباً ڈیڑھ درجن سادہ لباس والوں کو عمران کا سُراغ لگانے پر مامور کر دیا۔

آخر ایک دن اُسے اطلاع ملی کہ عمران، ڈیزی کے شراب خانے میں بیٹھا ہوا شرابیوں کو اخلاقیات کا درس دے رہا ہے۔

فیاض جھینپتا ہوا وہاں پہنچا اور اس وقت پہنچا جب عمران اور ڈیزی میں ٹھن گئی تھی۔ ڈیزی ایک عیسائی عورت تھی۔ عمر پچاس سال کے لگ بھگ رہی ہو گی، رنگت سیاہ تھی اور جسم بھاری بھرکم تھا، پاٹ دار آواز رکھتی تھی۔ یہ شراب خانہ اُسی کا تھا اور کاؤنٹر پر وہ خود رہا کرتی تھی۔ اس کی وجہ اس کی کنجوسی بیان کی جاتی تھی۔ مشہور تھا کہ وہ شراب خانے کی آمدنی سے اپنی ذات پر اتنی ہی رقم خرچ کرتی ہے جتنی ایک بارمین کی تنخواہ ہو سکتی ہے۔

فیاض کو حیرت تھی کہ عمران، اس سے کیوں اُلجھ پڑا ہے۔ وہ چُپ چاپ ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

عمران بالکل عورتوں کی طرح ہاتھ نچا نچا کر اُس سے تُو تُو مَیں مَیں کر رہا تھا اور کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگ بے تحاشا ہنس رہے تھے۔ حتیٰ کہ دیٹر بھی اپنا کام چھوڑ کر ایک کونے میں کھڑا قہقہے لگا رہا تھا۔ اس لڑائی کا سر پیر فیاض کی سمجھ میں نہ آسکا۔ البتہ ڈیزی بار بار پولیس کو بُلا لینے کی دھمکی دے رہی تھی۔

فیاض نے سوچا، یُوں کام نہ چلے گا۔ پتہ نہیں یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے۔ لہٰذا وہ اُٹھ کر سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ عمران نے اُسے دیکھا لیکن اس طرح نظر انداز کر گیا جیسے اُسے پہچانتا ہی نہ ہو۔

"کیا بات ہے؟" فیاض نے ڈیزی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟" ڈیزی دھاڑی۔ "یہ سالا، ہمارا گاہک کو کھراب کرتا ہے اور..."

"کیا خراب کرتا ہے؟"

"بولتا ہے، اِدھر شراب میں پانی مِلایا جاتا ہے۔"

"نہیں ملایا جاتا؟" عمران دانت پیس کر بولا۔

"تیرے باپ سے مطلب؟" ڈیزی کِلکلائی۔

"میرے دادا سے بھی مطلب ہے۔" عمران اسے مُکّا دکھا کر بولا۔ "تم بھولے بھالے آدمیوں کو دھوکا دیتی ہو۔"

"پولیس... پولیس!" ڈیزی اپنا سر پیٹ کر چیخی۔

باہر سے بھی کئی آدمی اندر آ گئے تھے۔ عمران بار بار فیاض کو گھور رہا تھا۔ غالباً اس کا یہ مطلب تھا کہ فیاض وہاں سے چلا جائے۔ مگر فیاض، اُسے ساتھ لیے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ اچانک عمران بڑبڑاتا ہوا دروازے کی طرف مُڑ گیا۔

فیاض نے ڈیزی سے کہا۔ "میں، اسے سمجھاؤں گا۔" اور وہ بھی عمران کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ عمران ایک گلی میں مُڑ گیا۔ مگر فیاض کب پیچھا چھوڑنے والا تھا۔ وہ بھی گلی میں گھُس گیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد عمران پلٹ پڑا۔ وہ خونخوار نظروں سے فیاض کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں... کیا ہے؟ تم یہاں کیوں آئے تھے؟"

"تم سے مِلنے کے لیے پیارے!" فیاض آگے بڑھ کر اُس کے بازو پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"کیوں...؟"

"کیا اب بھی بتانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اب تمھاری مدد کے بغیر میرا بیڑا غرق ہو جائے گا۔"

اچانک عمران کی پیشانی کی سلوٹیں غائب ہو گئیں۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"میں خود ہی سوچ رہا تھا کہ تم سے مِلوں۔" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

"کوئی خاص بات؟" فیاض جھک کر بولا۔ "اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو ضرور بتاؤ۔"

"آؤ، اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" عمران آگے بڑھتا ہوا بولا۔ دوسری سڑک پر پہنچ کر اُس نے ایک ٹیکسی کر کے اپنے فلیٹ کا پتہ بتایا۔ راستے بھر وہ خاموش رہے۔ فیاض سوچتا رہا کہ ضرور عمران کسی چکر میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے اس معاملے میں اپنی ٹانگ اڑا چکا ہو۔ فلیٹ میں پہنچ کر عمران نے بڑی احتیاط سے دروازہ بند کیا۔

"ہاں، اب کہو؟" وہ ایک کرسی کی جانب اشارہ کرتا ہوا بولا۔

فیاض بیٹھ گیا... اُس نے جیب سے رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تمھیں حالات کا علم ہے؟"

"آسمانی تحریر۔" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ اس سے بڑا واقعہ اِن دنوں اور کوئی نہیں ہوا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال..." فیاض ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اس شعبدے کا سہارا لے کر کسی گروہ نے وکٹوریہ اسٹریٹ میں لوٹ مار کی ہے۔"

"تم، اس تحریر کو شعبدہ سمجھتے ہو؟"

"پھر... اور کیا سمجھوں؟"

"شعبدہ نام ہے، ہاتھ کی صفائی کا۔ غالباً اتنا تم بھی جانتے ہوگے؟" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"کیا وہ ہاتھ کی صفائی تھی۔ میرا مطلب ہے۔ وہ تحریر... اور وہ حرکت کرتا ہوا سُرخ ستارہ، جس کی مخصوص قسم کی جنبشوں کے ذریعے وہ تحریر عالمِ وجود میں آئی تھی... مگر خیر اسے چھوڑو۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"میری مدد کرو۔ محکمے کی سخت بدنامی ہو رہی ہے۔ اس کا اثر تمھارے والد کی نیک نامی پر بھی پڑ سکتا ہے۔"

"اُن کی بدنامی کے لیے میں ہی کیا کم ہوں؟" عمران نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔

"اس تحریر کے متعلق تمھارا کیا نظریہ ہے؟"

"عذابِ الٰہی۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "قُربِ قیامت کی نشانی... جب لوگ اپنی بیویوں کو آزاد کر کے دوسروں کی بیویوں پر ڈورے ڈالنے لگتے ہیں تو یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ کیا تم آج کل لیفٹیننٹ یاور کی بیوی کے چکر میں نہیں ہو؟"

"عمران، سنجیدگی... مذاق پھر ہوتا رہے گا۔"

"میں بالکل سنجیدہ ہوں مگر اسے بھی چھوڑو... تم چاہتے ہو کہ اِس آسمانی تحریر کے متعلق کچھ معلوم کرو۔"

فیاض صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

"معلوم ہو جائے گا... لیکن تمھیں، میرا ایک کام کرنا پڑے گا۔"

"بتاؤ بھی تو...؟" فیاض نے آہستہ سے نرم لہجے میں کہا۔ ویسے اُس کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ عمران کو مُرغا بنا کر کم از کم ایک من کا وزن، اُس کی پیٹھ پر رکھ دے۔

"مجھے ایک آدمی کی قبر کھودنے کا اجازت نامہ لا دو۔"

"کیا مطلب...؟ یار، کیوں بور کرتے ہو؟ آج کل میں کسی مذاق سے محظوظ ہونے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھا ہوں۔"

"میں مذاق نہیں کر رہا۔ قطعی سنجیدہ ہوں۔"

"کس کی قبر کھودنا چاہتے ہو؟"

"ڈاکٹر اسٹیپلر کی۔"

"کون ڈاکٹر اسٹیپلر...؟"

"یونیورسٹی کے شعبۂ سائنس کا صدر... جو گزشتہ دو ماہ قبل دل کی حرکت بند ہو جانے سے مر گیا تھا۔"

"تو اُس کی قبر...؟" فیاض پلکیں جھپکانے لگا۔

"ہاں، وہ قبر ہی میں دفن کیا گیا تھا۔ تمھیں، اس پر حیرت کیوں ہے؟"

"مجھے بتاؤ کہ تم، اُس کی قبر کیوں کھودنا چاہتے ہو؟"

"اُس کی لاش پر ماتم کروں گا۔"

"عمران! تم پھر بہکنے لگے۔"

"یار، فیاض! میرا وقت برباد نہ کرو۔ یہ کام کر سکتے ہو تو کر دو... ورنہ قبر تو کھودی ہی جائے گی... اجازت نہ ملی تب بھی۔"

"کیا بک رہے ہو، تم؟ جانتے ہو، اس کی کیا سزا ہوتی ہے؟"

"عمران کو سزا دینے والا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا... اگر کبھی پیدا بھی ہوا تو اُسے کسی یتیم خانے میں داخل کرکے اس کا کیریکٹر سرٹیفکیٹ کرادیا جائے گا۔ تم مطمئن رہو۔"

فیاض کسی سوچ میں پڑگیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "اجازت نامہ آسانی سے تو نہیں ملے گا۔ نہیں، اس کے لیے کوئی معقول جواز پیش کرنا پڑے گا۔"

"یہ کام حقیقتاً بہت مشکل ہے۔" عمران بڑبڑایا۔ اُس کے چہرے پر بھی تفکر کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فیاض نے کہا۔

"تم، ڈیگرتی کے شراب خانے میں کیا کررہے تھے؟"

"آہا... وہ..." عمران احمقوں کی طرح ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "تم جانتے ہو کہ میں آج کل بیکار ہوں۔ خرچ اسی طرح چلتا ہے۔ اب کچھ دنوں کے بعد وہ مستقل طور پر مجھے ایک معقول رقم دینے لگے گی۔"

"تم کیوں اپنی زندگی برباد کررہے ہو؟ اگر اُس نے قریبی تھانے میں شکایت کردی تو بڑی ذلت ہوگی، تمھاری۔"

"اچھا، اب تم یہاں سے کھسک جاؤ۔ جس دن مجھے نصیحتوں کی ضرورت محسوس ہوئی، شادی کرلوں گا۔"

"ڈاکٹر اسٹیلر کی قبر تم کیوں کھودنا چاہتے ہو؟"

"وقت برباد نہ کرو۔ آج رات اُس کی قبر کھود ڈالی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہاں موجود رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم وہاں دوست ہی کی حیثیت سے آنا۔ بحیثیت دشمن بھی آسکتے ہو۔ ہتھکڑیاں لے کر آنا۔ کیونکہ وہ ایک غیر قانونی حرکت ہوگی۔"

"کیا تم، اس معاملے میں سنجیدہ ہو؟"

"قطعی، بس آج رات دیکھ لینا قبر کھود ڈالی جائے گی۔"

"اور اس کے ذمے دار تم ہوگے۔"

"نہیں، ذمے دار تو تم ہی ہوگے۔" عمران بولا۔ "اگر تم ہی اس کی قبر کھودتے تو فائدہ براہِ راست تمھیں ہوتا۔ اب کوئی دوسرا ہی فائدہ اٹھانے والا ہے۔"

"میں سمجھا۔" فیاض نے سر ہلا کر کہا۔ "تمھیں اطلاع ملی ہے کہ آج کوئی ڈاکٹر اسٹیلر کی قبر کھود ڈالے گا۔"

"سمجھ گئے نا۔" عمران نے قہقہہ لگایا۔ "میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ تم سمجھ جاؤ گے۔ آخر محکمۂ سراغرسانی کے افسر ہو۔"

"کون ہے، وہ؟"

"یہ مجھے نہیں معلوم۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اطلاع ملی ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں کے قبرستان کی نگرانی کی جائے۔"

"ضرور... قطعی۔ یہ بہت ضروری ہے... مگر مجھے یقین ہے کہ تم اُن لوگوں کو پکڑ نہیں سکو گے۔"

"کیا تم، ہمارے ساتھ نہیں ہوگے؟"

"اگر تم استدعا کرو تو یہ ممکن بھی ہے۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"میں استدعا کرتا ہوں۔" فیاض ہنسنے لگا۔

☆

سر شام ہی سے سادہ لباس والے عیسائیوں کے قبرستان کے گرد منڈلانے لگے۔ فیاض اور عمران قبرستان کے اندر چہل قدمی کررہے تھے۔ یہاں ساری قبریں پختہ تھیں اور کچھ نئی قبریں ابھی زیرِ تعمیر تھیں جن پر اس وقت کام نہیں ہورہا تھا۔

فیاض چاروں طرف قبروں کے کتبے پڑھتا پھر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے عمران سے کہا۔ "یہاں ڈاکٹر اسٹیلر کی قبر تو نہیں ہے۔"

"کیوں... تم نے یہ کیسے معلوم کرلیا؟"

"کسی قبر پر بھی اُس کا نام دکھائی نہیں دیتا۔"

"تم بھی رہے، وہی گھونگے۔ ابھی نام کہاں سے لگ جائے گا۔ وہ تو ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ بڑا شاندار مقبرہ بنے گا، اس کا۔ بڑا اونچا سائنسداں تھا۔"

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ اُس کی قبر کون سی ہے؟ یہاں تو کئی قبریں زیرِ تعمیر ہیں۔"

"وہ چونکہ بڑا آدمی تھا۔ اس لیے اُس کی قبر الگ تھلگ بن رہی ہے۔ وہاں روشے کی جھاڑیوں کے درمیان... وہ اُدھر دیکھو!"

سامنے دور تک روشے کی اونچی اونچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان کے اوپر ایک جگہ کسی نامکمل عمارت کے آثار نظر آرہے تھے۔ فیاض بڑی تیزی سے اُس کی طرف بڑھا۔ عمران کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک لہرا

رہی تھی۔ لیکن اُس کے ہونٹ بند ہی تھے۔ وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

تقریباً پانچ منٹ کے بعد فیاض آ گیا۔

"دیکھو، مائی ڈیئر، سوپر فیاض!" عمران نے کہا۔ "اب اپنے آدمیوں کو چھپانے کی کوشش کرو۔ اگر قبر کھودنے والوں میں سے ایک بھی ہمارے ہاتھ آ گیا تو کام بن جائے گا۔"

"کہاں چھپاؤں، تم ہی بتاؤ۔ بلکہ جو تمہارا دل چاہے کرو۔ میں تمہیں پورا پورا اختیار دیتا ہوں۔" فیاض بولا۔

عمران نے پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر فیاض کے ساتھیوں کو اکٹھا کر لیا۔ اب اچھی طرح اندھیرا پھیل گیا تھا اور جھینگروں کی جائیں جائیں، قبرستان پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ سردی آج بھی بہت شدید تھی۔ عمران، انہیں مخالف سمت کی جھاڑیوں میں لے گیا تھا... فیاض بھی ساتھ تھا۔

"سامنے والی جھاڑیوں پر نظر رکھنا۔" عمران کہہ رہا تھا۔ "ظاہر ہے کہ وہ اندھیرے میں تو کام کریں گے نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے ایک بھی نکل کر نہ جانے پائے۔ اس کے لیے بہتر طریقہ یہی ہوگا کہ ہم قطع پر ان جھاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔" وہ سب اُس کی اس تجویز پر متفق ہو گئے۔

تقریباً دس بجے اُنہیں آہٹیں سُنائی دیں اور سامنے والی جھاڑیوں میں مدھم سی روشنی نظر آئی۔ فیاض نے بڑی گرم جوشی سے عمران کا شانہ دبایا اور اس کی پیٹھ تھپکتا ہوا بولا۔ "تمہارا خیال غلط نہیں تھا۔"

"اب اپنے آدمیوں سے کہو۔" عمران نے کہا۔ "سینے کے بل زمین پر رینگتے ہوئے باہر آئیں اور ان جھاڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں... اور پھر اس وقت تک خاموش رہیں، جب تک وہ لوگ اپنا کام مکمل نہ کر لیں ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ وہ قبر کیوں کھودنا چاہتے ہیں؟ کیا خیال ہے...؟"

"ٹھیک ہے۔" فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ان جھاڑیوں میں عمران اور فیاض کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا۔ سامنے والی جھاڑیوں میں اب بھی روشنی نظر آ رہی تھی۔ فیاض بڑبڑانے لگا۔ "تم، مجھے کبھی پوری بات نہیں بتاتے اور اس لیے بعض اوقات مجھے بڑی شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔"

"پوچھو، میری جان! کیا پوچھنا ہے؟"

"یہ قبر کیوں کھودی جا رہی ہے؟"

"ڈاکٹر اسٹیپلر کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟" عمران نے سوال کیا۔

"وہ ایک بڑا سائنسدان تھا۔"

"بس اتنا ہی یا کچھ اور بھی... میرا مطلب ہے، تمہیں، اُس کی مصروفیا کا علم تھا یا نہیں؟"

"نہیں، اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"خیر... میں، تمہیں بتاتا ہوں۔" عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "وہ بھی دُنیا کے اُنہی معدودے چند سائنسدانوں میں سے تھا جو

چار قسم کے آدمی

۱۔ وہ مرد ہمیشہ ایک جہنم میں زندگی گزارتے ہیں جو اپنے سے اونچے گھرانے کی لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔

۲۔ وہ مرد جو اپنی بیوی کو بلا سوچے سمجھے ہر محفل اور ہر جگہ لے جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی بیوی ہر جگہ لے جانے کے لائق بھی ہے یا نہیں۔

۳۔ ایسے مرد جو بیوی کی محبت میں اندھے ہو کر بُرے بھلے کی تمیز کھو بیٹھتے ہیں اور بیوی پر اس قدر اندھا اعتماد کر لیتے ہیں کہ جب بیوی اُس اعتماد کو ٹھیس پہنچاتی ہے تب ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

۴۔ وہ مرد جو دن بھر غائب رہ کر آدھی رات کے بعد گھر لوٹنا ضروری سمجھتے ہوں۔

چاند پر جانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اُسے ایک ایسا راکٹ بنانے کی فکر تھی جو سیدھا پرواز کرنے کی بجائے فضا میں دائیں بائیں اور اوپر نیچے مُڑ بھی سکے۔"

"اچھا تو پھر...؟"

"آسمانی تحریر... کو اگر تم کسی انسان ہی کا کارنامہ سمجھتے ہو تو تمہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ کسی پرواز کرنے والی مشین کے ذریعے عالم وجود میں آئی ہوگی۔"

"ہاں، میں یہی سمجھتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔

"لیکن وہ کوئی ہوائی جہاز نہیں ہو سکتا۔" عمران بولا۔

"کیوں...؟"

"ہوائی جہاز کی پرواز جتنی اونچی بھی ہو سکتی ہے۔ اُسی کی مناسبت سے ہمارے یہاں سرچ لائٹیں بھی موجود ہیں لیکن کیا تمہیں یاد نہیں کہ وہ پرواز کرنے والی مشین ہماری سرچ لائٹوں کے دائرۂ عمل سے باہر تھی۔ یعنی اُن کی روشنی اُس تک نہیں پہنچ سکی تھی۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔"

"لہٰذا وہ ہوائی جہاز نہیں ہو سکتا... لیکن راکٹ..."

"ہاں، راکٹ..." فیاض نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن ڈاکٹر اسٹیپلر کی قبر کیوں کھودی جا رہی ہے؟"

"اماں یار! کیوں چاٹ رہے ہو، میرا دماغ؟" عمران جھنجھلا گیا۔ "یہ تو اب دیکھیں گے کہ قبر کیوں کھودی جا رہی ہے؟ تھوڑی دیر صبر کرو۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

فیاض خاموش ہوگیا۔ اُسے اسی میں بہتری نظر آئی... وہ معاملات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر اسٹپلر کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ تھوڑا پڑھا لکھا آدمی بھی اُس کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا۔ پچھلے سال وہ برطانیہ میں مقیم تھا اور اُن سائنسدانوں کے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا، جنہوں نے چاند تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پھر اچانک وہ، عارضۂ قلب میں مبتلا ہو کر برطانیہ سے واپس آگیا۔ اُس کے بعد شاید ایک ہی ہفتہ زندہ رہ کر وہ موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ اُسے مرے ہوئے آج ٹھیک دو مہینے ہوگئے تھے۔

فیاض نے اُس کے متعلق اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور یادداشت بھولے بسرے واقعات کی کڑیاں ملانے لگی تھی۔ عمران کے یاد دلانے پر وہ بھی اس آسمانی تحریر کے سلسلے میں کسی راکٹ ہی کے امکانات پر غور کرنے لگا تھا۔ مگر اُس کے ذہن میں وہ سوالیہ نشان اب بھی باقی تھا۔ یعنی اُن واقعات اور ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر کھودنے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ کیا اس کا کوئی راز اس کی قبر ہی میں موجود ہے؟ لیکن اس نکتے پر وہ زیادہ دیر تک غور نہیں کر سکا۔ کیونکہ یہ خیال ہی مضحکہ خیز تھا۔ جاسوسی ناولوں کی سی بات... فلاں کی قبر کھودی گئی اور اس میں سے اس کی لاش کی بجائے بندر یا بجو برآمد ہوا۔ سراغرسانوں کے لیے لمحۂ فکریہ... اور سب سے زیادہ ذہین سراغرساں معاملے کی تہ تک پہنچ گیا... یعنی وہ بندر یا بجو، مرنے والے کا دودھ شریک بھائی تھا جو مرنے والے کا بھیس بدل کر اللہ کو پیارا ہوگیا تھا۔ قبر میں فرشتوں نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو عیاری کا رنگ و روغن اُڑ گیا... اور بندر یا بجو کی شکل نکل آئی اور فرشتے اپنے اس بلنڈر پر بہت خفیف ہوئے۔

فیاض ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتیں سوچتا رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ سردی اُس کی برداشت سے باہر ہوئی جا رہی تھی اور وہ اپنے ذہن کو جسم سے الگ رکھنے کے لیے اُوٹ پٹانگ باتیں سوچ رہا تھا۔ اچانک عمران نے اس کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ "چلو، اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"چلو۔" فیاض نے چونک کر کہا۔

"یوں نہیں، بلکہ اسی طرح، جیسے دوسرے گئے ہیں۔" عمران زمین پر گرتا ہوا بولا۔ فیاض نے بھی اس کی تقلید کی اور وہ دونوں سینے کے بل آگے کی طرف کھسکنے لگے۔ وہ، ان جھاڑیوں تک تین منٹ میں پہنچ گئے۔ یہاں اب بھی مدھم سی روشنی نظر آرہی تھی۔ وہ زمین سے چپک گئے۔ جھاڑیوں کے اندر سے برابر کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے دھڑا دھڑ اینٹیں گرنے لگی ہوں۔ "لینا..." عمران نے نعرہ لگایا۔

فیاض کے ساتھی چاروں طرف سے اندر گھس پڑے... مگر دوسرے ہی لمحے میں ان سب کی کھوپڑیاں ہوا سے باتیں کرنے لگیں۔ زیرِ تعمیر قبر پر ایک پُرانی سی لالٹین روشن تھی اور اس کی روشنی میں انہیں ایک کُتا اُچھلتا کودتا نظر آرہا تھا، جس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے ٹین کے ڈبے بندھے ہوئے تھے اور یہ آوازیں دراصل اُنہی ڈبوں کے زمین سے ٹکرانے کی بنا پر پیدا ہو رہی تھیں اس کے علاوہ وہاں اور کچھ بھی نہیں تھا۔

"یہ کیا مصیبت ہے؟" عمران بڑبڑایا۔

فیاض، اس قبر کی طرف دیکھ رہا تھا جس کی ایک اینٹ بھی کھسکی ہوئی نظر نہیں آرہی تھی۔ اس کو شاید کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ پھر اُن کی توجہ اُس کتے کی جانب مبذول ہوگئی۔ جو اَب بھی پہلے ہی کی طرح اُچھلے کودے جا رہا تھا۔ اُنہوں نے اُس کی گردن میں ایک رسّی بندھی ہوئی دیکھی، جو ایک ایسے دو شاخے تنے والے درخت کے درمیان سے گزر کر دوسری طرف نکل گئی تھی، جس سے کتے کا جسم ان ڈبوں سمیت دوسری طرف نہیں نکل سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کتا اب بھی اُسی جگہ موجود تھا۔ ورنہ وہ بھی اسی طرف نکل گیا ہوتا، جدھر گلے میں پڑی ہوئی رسّی کا رُخ تھا۔

"چلو، اُدھر چلو۔" اچانک عمران نے کتے کی رسّی کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ دوسروں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ رسّی پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اور وہ سرپٹ دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ ایک جگہ اس کا دوسرا سرا ایک درخت کے تنے سے بندھا نظر آیا... اور ساتھ ہی فیاض کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ اُس کی ٹارچ کی روشنی کا دائرہ ایک ٹوٹی پھوٹی قبر پر جم گیا تھا۔ عمران بھی رُک کر اُدھر ہی دیکھنے لگا۔ لاش کا صندوق کھلا پڑا تھا۔ شاید اُسے گڑھے سے نکال کر باہر ہی پڑا رہنے دیا گیا تھا۔

"چوٹ ہوگئی، پیارے!" عمران بڑبڑایا۔ "ہم دھوکا کھا گئے۔ اسٹپلر کی قبر دراصل یہی تھی..." پھر وہ بڑی تیزی سے لاش والے صندوق کی طرف بڑھا۔ "ہائیں! لاش بھی غائب..." فیاض نے اُسے کہتے سنا۔

حقیقتاً لاش صندوق میں نہیں تھی۔ وہ اوزار بھی قریب ہی پڑے ہوئے ملے، جن کی مدد سے قبر کھودی گئی تھی۔ وہ کافی دیر تک لاش ڈھونڈتے رہے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر فیاض نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم نے مجھے دھوکے میں رکھا۔"

"میں خود بھی دھوکے ہی میں ہوں، سوپر فیاض!"

"تم بکواس کرتے ہو۔" فیاض کا غصہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔

"ذرا تمیز سے۔" عمران غرّایا۔ "تم یہ بھول رہے ہو کہ یہاں تمہارے کچھ ماتحت بھی موجود ہیں۔"

فیاض خاموش ہوگیا۔ بہرحال وہ وہاں سے بے نیل و مرام واپس آئے تھے۔ فیاض نے اپنے ماتحتوں کو رخصت کر دیا اور وہ دونوں ایک کیفے میں آ بیٹھے۔ فیاض کا موڈ بہت خراب ہوگیا تھا۔

"عمران! خیریت اسی میں ہے کہ حقیقت ظاہر کر دو۔ ورنہ خسارے میں رہو گے۔" اُس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا اور پھر دیر تک گھورتا ہی رہا۔

"یار، تم بڑے احسان فراموش ہو۔ اتنی دیر تمہارے ساتھ جھک مارتا رہا اور تم..."

"میں اور کچھ نہیں سُننا چاہتا اور نہ اسی پر یقین کرنے کو تیار ہوں کہ تم، اُس کی قبر کے متعلق دھوکے میں تھے۔"

"کیوں... یقین کیوں نہ کرو گے؟"

"تم نے جس قبر کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی پر انہوں نے اپنا جال کیوں پھیلایا تھا؟"

"ہاں، اب یہ تم، مجھ سے پُوچھ رہے ہو۔ اپنی حماقت کو الزام نہ دو گے کہ اتنے آدمیوں کی بھیڑ لے کر سرِ شام ہی وہاں پہنچ گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پہلے ہی تاڑ گئے ہوں اور اُنہوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہو کہ ہم، کسی قبر کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یار ذرا کھوپڑی استعمال کرو... سوپر فیاض!"

"تم، مجھے مطمئن نہیں کر سکتے۔"

"کوئی میں نے مطمئن کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، جہنّم میں جاؤ۔" عمران جھلا کر بولا۔

"اس سے کام نہیں چلے گا۔ میں، اسی وقت تمہارے ہتھکڑیاں لگا سکتا ہوں۔" فیاض غرّایا۔

"راجہ ہو، شہر کے۔" عمران بے بسی سے بولا۔

فیاض، اُسے بدستور گھورتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران یقیناً کوئی چال چل رہا ہے۔ مگر اس چال تک پہنچنا کم از کم فیاض کے ذہن کے بس کا روگ نہیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عمران، اُسے کچھ نہ بتائے گا۔ خواہ وہ، اُسے پھانسی ہی پر کیوں نہ لٹکا دے۔ عمران نے بیرے کو طلب کر کے چائے کے لیے کہا اور خود اونگھنے لگا۔ پتہ نہیں، فیاض کو چڑانا چاہتا تھا یا سچ مچ اُسے نیند آ رہی تھی۔

فیاض ویسے ہی بھرا بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد عمران نے چونک کر کہا۔ "ایک تدبیر سمجھ میں آ رہی ہے۔ اس واقعے کو اخبارات میں اشاعت کے لیے دے دو تمہارا نام بھی ہوگا اور کام بھی چل جائے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔" فیاض غرایا۔ "اس وقت تم نے مجھے دھوکے میں رکھ کر اپنا اُلّو سیدھا کیا ہے۔"

"وہ تو اب بھی ٹیڑھا ہے، سوپر فیاض! ویسے اس واقعہ کی پبلسٹی سے تم کافی فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ کوئی نہ کوئی تمہیں یہ ضرور بتلائے گا کہ ڈاکٹر اسٹیپلر کی لاش کیوں چُرائی گئی ہے۔"

"اچھا...!" فیاض، اُسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"بس، اس آسمانی تحریر سے اسٹیپلر کی لاش کی کڑیاں، مل جائیں گی۔"

"کس طرح، وہ بھی تو بتاؤ؟"

"مجھے معلوم ہوتا تو میں، تمہاری جھڑکیاں کیوں سُنتا؟" عمران نے مسمسی سی صُورت بنا کر کہا۔ فیاض سمجھ گیا کہ وہ، اس سلسلے میں بہت کچھ جانتا ہے لیکن ابھی بتانا نہیں چاہتا۔ بارہا ایسا ہُوا تھا... اور پھر عمران، اس کی دانست میں ایک غیر سرکاری آدمی تھا۔ لہٰذا وہ کامیابی کے قریب پہنچ کر کسی سرکاری آدمی کا سہارا ضرور لے گا... اور وہ، سرکاری آدمی، خود فیاض کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ لہٰذا فیاض نے سوچا کہ اُسے اپنا مُوڈ ٹھیک کر لینا چاہیے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار عمران، کامیابی کا سہرا اس کے سر باندھ چکا تھا۔

"اچھا چلو، میں، اس کی پبلسٹی کرا دوں گا۔ پھر کیا ہوگا؟"

"جو کچھ بھی ہوگا، بہت جلد دیکھ لوگے۔ چائے پیو۔" عمران بڑبڑایا۔

جُولیانا فٹز واٹر بہت تھک گئی تھی۔ سلیپنگ سُوٹ پہن کر اُس نے ایک طویل انگڑائی لی اور چھوٹی میز مسہری کے قریب کھسکا کر اُس پر فون رکھ دیا۔ سیکرٹ سروس کے آٹھوں ممبر ہمیشہ اپنے سرہانے فون رکھ کر سویا کرتے تھے۔ پتہ نہیں کب اُن کے پُراسرار افسر ایکسٹو کا فون آ جائے، جو نہ سونا جانتا ہے نہ آرام کرنا۔

جُولیا، مسہری پر لیٹ گئی اور لیٹتے ہی ذہن پر غنودگی کا غبار چھا گیا۔

لیکن وہ کچی ہی نیند میں تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز اس وقت اُسے اتنی گراں گزری کہ اُس کا چہرہ کافی حد تک مضحکہ خیز نظر آنے لگا لیکن ہاتھ کسی مشین کی طرح ریسیور پر جا پڑا۔

"یس سر!"

"اوہو! اب تو تم میری آواز پہچاننے لگی ہو۔"

"یس سر!"

"کیوں کیا رہا؟"

"آپ کی ہدایت کے مطابق قبر کھودی گئی لیکن آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ تابوت میں لاش کی بجائے پتھر بھرے ہوئے تھے۔"

"مجھے بالکل حیرت نہیں ہوئی۔ جولیانا فٹز واٹر! اگر مجھے یقین ہوتا کہ لاش قبر میں موجود ہے تو میں کبھی اُسے کھدوا نکالنے کی زحمت نہ دیتا۔"

"کیا آپ، مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت دیں گے؟"

"پوچھو۔ اگر مناسب سمجھوں گا تو جواب ضرور دوں گا۔"

"یہ واقعہ والٹن کی لاش سے شروع ہوا تھا۔ ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر سے اس کا کیا تعلق؟"

"یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ تم لوگ بہت جلد ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دو گے۔ مجھے یقین ہے... لیکن کیپٹن خاور کو بھی کیپٹن جعفری ہی کی طرح روپوش ہو جانا چاہیے۔"

"آپ، اُسے براہِ راست ہدایت دیں گے یا میں مطلع کر دوں۔" جولیا نے پوچھا۔

"میں، اسے مطلع کر دوں گا لیکن تم لوگ نہ صرف اُسے بلکہ جعفری کو بھی نظر میں رکھو گے۔"

"بہت بہتر۔ ایک بات اور... قبرستان میں پولیس موجود تھی۔ ہم سمجھتے تھے شاید ہمیں مجرموں کو دھوکا دینا ہے۔"

"ہم نے درحقیقت مجرموں ہی کو دھوکہ دیا ہے۔" ایکسٹو بولا۔ "اب وہ ہمیں سو فیصدی کسی دوسری پارٹی کے بدمعاش سمجھنے لگیں گے۔ پہلے بھی سمجھتے تھے، اب یقین آ جائے گا... خیر... ہاں تو... بس، کل کا اخبار ہی دیکھ کر تم حالات کا اندازہ کر لو گی۔"

"اور کیپٹن فیاض کے ساتھ وہ لفنگا عمران بھی موجود تھا۔ آپ اُسے جانتے ہی ہوں گے۔"

"ہاں، میں، اُسے جانتا ہوں۔ بے کام کا آدمی... لیکن اتنا بھی نہیں کہ ایکسٹو کے کسی کام میں رخنہ اندازی کر سکے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا... اور جولیا بھی ریسیور رکھ کر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔

★

اخبارات میں دو خبریں بڑی اہم تھیں۔ پہلی خبر تو یہ تھی کہ قریبی شہر شاداب نگر میں بھی آسمان پر سُرخ تحریر دیکھی گئی اور اس کے بعد وہاں کا ایک محلہ دھوئیں کے بادلوں میں گھر گیا... اور پھر وہی سب کچھ ہوا جو کچھ پہلے یہاں ہو چکا تھا۔ افراتفری کے دوران کروڑوں روپے لُٹ گئے۔ چونکہ اس سے پہلے ایک جگہ اس قسم کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ اس لیے آسمان پر تحریر نمودار ہوتے ہی فوج طلب کر لی گئی تھی اور اس نے مذکورہ محلے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی جو کچھ ہونا تھا، ہو گیا۔ یہاں ایک اخبار نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر فوجیوں کے پاس گیس ماسک بھی ہوتے تو شاید لوگوں کا مال و اسباب محفوظ رہتا۔ دھوئیں کی کثرت نے فوجیوں کو محلے کے اندر گھسنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

دوسری خبر ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر کے متعلق تھی۔ پولیس کا خیال تھا کہ اس کی لاش وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ منتقل کی گئی ہے۔ لیکن اس کا مقصد کوئی نہیں جانتا۔ لاش وہاں سے کیوں ہٹائی گئی۔ یہ ایک راز ہے۔ محکمۂ سراغرسانی کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو باوثوق ذرائع سے اس کا علم قبل از وقت ہو گیا تھا۔ لیکن وہ ایک دوسری ہی قبر کو ڈاکٹر اسٹپلر کی قبر سمجھ بیٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو نامعلوم آدمی، اسٹپلر کی لاش نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ خبر میں وہ طریقہ بھی درج تھا جو مجرموں نے محکمۂ سراغرسانی کے افراد کو دھوکا دینے کے لیے اختیار کیا تھا۔

عمران نے یہ خبریں 'مورننگ نیوز' میں پڑھی تھیں۔ وہ اس وقت دلیری کے شراب خانے میں موجود تھا۔ دلیرنا ابھی کاؤنٹر پر نہیں آئی تھی۔ وہ عام طور پر اسی وقت آتی تھی، جب گاہکوں کے آنے کا وقت ہوتا تھا۔ اس کی عدم

موجودگی میں شراب خانے کا واحد بیرا بار مین کے فرائض بھی انجام دیتا تھا اور گاہکوں کی میزوں پر شراب بھی پہنچایا کرتا تھا۔

ابھی صبح ہی تھی اور عمران کے علاوہ، شراب خانے میں اور کوئی نہیں تھا۔ بیرا مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ "صاحب کیوں خواہ مخواہ پریشان کرتے ہو؟" اُس نے کہا۔

"ہائیں!" عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کب تمہیں پریشان کیا تھا؟"

"مجھے... میرا مطلب ہے... میم صاحب کو۔"

"میم صاحب!" عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا چند لمحے بڑی حسرت سے بیرے کو دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "بیٹھ جاؤ... بیٹھو۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔ یہاں میرے علاوہ اور کون ہے۔"

بیرا، اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران چند لمحے اُسے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ "کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟"

"محبت... ہی ہی... ہی ہی!" بیرا منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

"نہیں کی..." عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ورنہ اس طرح ہنسنے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر روتے۔"

بیرا بدستور ہنستا رہا۔

آخر عمران نے کہا۔ "مجھے، تمہاری، میم صاحب سے محبت ہو گئی ہے۔"

"کیا...؟" دفعتہً بیرا سنجیدہ ہو کر اتنے زور سے اُچھلا کہ کرسی اُلٹ گئی۔ وہ اس طرح آنکھیں پھاڑے عمران کو گھور رہا تھا جیسے عمران نے اُسے قیامت کی آمد کی اطلاع دی ہو۔

"کرسی سیدھی کرو۔" عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔ "ورنہ دلیری ڈارلنگ تمہیں کچا چبا جائے گی۔" بیرے نے چپ چاپ کرسی سیدھی کی اور اور کاؤنٹر کے پیچھے چلا گیا... وہ متحیر ہونے میں حق بجانب تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمران جیسا کوئی بانکا سجیلا نوجوان، دلیری جیسی سیاہ فام بڑھیا پر عاشق بھی ہو سکتا ہے۔

عمران پھر اخبار پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ بیرا تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر دوبارہ عمران کے قریب آیا۔ "مگر، صاحب!" اُس نے پوچھا۔ "آپ میم صاحب کے دھندے میں کیوں گھپلا کرتے ہیں؟"

"ہائے! تم نہیں سمجھ سکتے۔" عمران نے سینے پر ہاتھ مار کر شعر پڑھا۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

"میں دلیری کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور تم لوگ کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھتے ہو۔ حماقت میری ہی ہے۔ جب معنی و الفاظ میں لائی ہی نہیں جا سکتی ہو تو پھر سمجھانے کی کوشش کیوں کرتا ہوں۔ ویسے کیا تم لاشعور کی نفسیات سے واقف ہو؟"

بیرے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تب پھر اس کا مطلب ہے کہ تم نے فرائڈ کو نہیں پڑھا۔"

"میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، جناب!"

"پڑھے لکھے نہیں ہو، جناب! تب بھی تمہیں فرائڈ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔ خیر، اب پڑھ لینا۔ ہاں، تو میں کہہ رہا تھا..."

"فرائی پان..."

"ہاں تو فرائی پان میں ایک انڈا توڑ کر ڈال دو۔ تھوڑی سی امرود کی جیلی، دو قتلے انناس کا مُربہ، دانہ الائچی خورد..."

اچانک دلیری ناوقت شراب خانے میں آگئی۔ عمران کو بیٹھا دیکھ کر بھنویں تن گئیں۔

"میں آج فیصلہ کرنے آیا ہوں۔"

"کائیسا پھیسلا...؟" دلیری دھاڑی۔

"چیخو مت۔ ورنہ پاس پڑوس والے بھی اس راز سے آگاہ ہو جائیں گے۔"

"تم سالا، ہمارا منّی کھراب کر دیں گا۔"

"دلیری ڈارلنگ!" عمران نے آہستہ سے کہا اور اس کی آنکھوں سے شراب اُبلنے لگی۔

"کیا...؟" دلیری کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"بیرے کو باہر بھیج دو۔ پھر بتاؤں گا۔" عمران نے بڑے دردناک لہجے میں کہا۔ دلیری جو اب کافی سنجیدہ نظر آنے لگی تھی، کنکھیوں سے بیرے کی طرف دیکھنے لگی۔ بیرا کاؤنٹر کے پیچھے لگی ہوئی بوتلوں پر جھاڑن پھیرنے لگا۔

"یا پھر میرے ساتھ چلو۔" عمران نے دوسری تجویز پیش کی۔ اب اُس کی... آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

دلیری کچھ کہے بغیر اپنے نشست کے کمرے میں چلی گئی۔ عمران بھی آگے بڑھا۔ دونوں آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے۔ دلیری عمران کی طرف مڑی۔ وہ اس وقت اور زیادہ کریہہ المنظر معلوم ہونے لگی تھی۔ موٹے موٹے ہونٹ خفیف سے کھل گئے تھے۔ آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ دھندلا گئی تھیں۔ "کیا بولتے چھوکرے؟" اُس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"بس، ایک بار میری طرف دیکھ کر مسکرا دو۔ اُس کے بعد میں خود ہی اپنا گلا گھونٹ کر مر جاؤں گا۔"

وہ کھڑی حیرت سے پلکیں جھپکاتی رہی۔

"مُسکرا دو۔" عمران پھر گھگھیایا۔ دلیری نے بے اختیار دانت نکال دیئے... اور عمران فرش پر گر کر لوٹنے لگا۔ وہ ہائے واویلا مچایا کہ دلیری بھی بوکھلا گئی۔

"چلو... یہاں سے اُٹھو... اُٹھو۔" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

"نہیں، مجھے یہیں مر جانے دو۔"

"کیا کرتا، بابا؟" ڈیری عجیب سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"میں یہیں مر جاؤں گا... ورنہ مجھے اپنے گھر لے چلو۔"

"تم پاگل ہے... بالکل پاگل۔ پہلے دھندا خراب کرتا تھا۔ اب یہ؟"

"نہ یہ، نہ وہ۔ میں، تم سے پریم کرتا ہوں۔"

"ہٹ، ادھر... چھوکرے!" وہ، عمران کو پرے جھٹک کر شرما گئی۔

عمران اور زیادہ زور شور کے ساتھ سینہ کوبی کرنے لگا۔ "تم، میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟" ڈیری نے انگریزی میں پوچھا۔

"دل سے مجبور ہوں..." عمران ابھی کچھ اور بھی کہتا، مگر ٹھیک اسی وقت ویٹر بوکھلایا ہوا اندر آیا۔

"میم صاحب! گٹیالی..." اس نے ہانپتے ہوئے کہا اور الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

"گٹیالی..." ڈیری نے پھٹی پھٹی سی آواز میں دہرایا اور عمران کو جھنجھوڑتی ہوئی بولی۔ "بھاگو... یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

عمران ابھی فرش سے اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... اور دوسرے ہی لمحے میں ایک لحیم شحیم اور سیاہ فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں بڑی خوفناک تھیں۔ سرخ، سرخ... انگاروں کی طرح دہکتی ہوئیں۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟" وہ بادلوں کی طرح گرجا۔

ڈیری تو ایک کونے میں منہ ڈال کر بری طرح کانپنے لگی... لیکن عمران احمقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے اس سوال کا، اس کی ذات سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

"یہ کون ہے، ڈیری؟" نووارد پھر دہاڑا۔ وہ انگریزی ہی میں گفتگو کر رہا تھا۔

"ہم... میں نہیں جانتی۔"

"تم کون ہو؟" اس نے عمران کو مخاطب کیا۔

"میں عاشق ہوں۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"آچ... چھا... تو تم، ڈیری کی دولت ہتھیانے کی فکر میں ہو... کیوں، ڈیری...؟" ڈیری، اس کی طرف مڑی لیکن اس کے چہرے کی سیاہی میں ہلکی سی پیلاہٹ بھی نظر آنے لگی تھی۔ "اپنا سینڈل اتارو اور اس کے سر پر مارتی ہوئی اسے باہر سڑک تک لے جاؤ، چلو۔"

"ٹھہرو!" عمران ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہارا نام گٹیالی کیوں ہے؟"

"کیا مطلب؟" نووارد دہاڑا۔

"بالکل اچھا نہیں لگتا تمہارے تن و توش پر یہ نام بالکل ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی ہاتھی کو چھپکلی کہہ دیا جائے۔ تمہارا نام تو ڈمباسٹر ہونا چاہیے تھا۔"

"مذاق اڑاتا ہے، میرا۔" گٹیالی مکا تان کر عمران کی طرف بڑھا۔

عمران حقیقتاً یہی چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح دروازے کے سامنے سے ہٹ جائے۔ کیونکہ اس وقت وہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران نے اس کا وار خالی دے کر ٹانگ اڑا دی اور وہ وہیں کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا...

اکیلا نہیں بلکہ ایک کرسی بھی اپنے ساتھ ہی لیتا چلا گیا، جس کے ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونج کر رہ گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں عمران نہ صرف کمرے بلکہ شراب خانے ہی سے باہر تھا۔

☕

جولیانا فٹزواٹر نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر سیکرٹ سروس کے ایک رکن تنویر کے نمبر ڈائل کیے۔ "ہیلو، تنویر!" اس نے کہا۔ "دلیری کے شراب خانے میں ایک آدمی گٹیالی نامی موجود ہے۔ اس کا تعاقب کرو۔ ایکسٹو کا حکم ہے۔ اُسے ان دنوں اسی آدمی کی تلاش تھی۔ یہ ایک لمبا تڑنگا اور سیاہ فام آدمی ہے۔ آنکھیں سرخ ہیں۔ ابھی کچھ دیر قبل ہی اس کی پیشانی پر سخت چوٹ آئی ہے۔ توقع ہے کہ سر پر پٹی بھی بندھی ہوئی ملے۔"

"جولیا! موسم بڑا خوشگوار ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا بک رہے ہو؟ تم نے نہیں سنا۔ یہ ایکسٹو کا حکم ہے۔"

"جولیا! یہ عشق ٹو کا موسم ہے۔ خدا غارت کرے، ایکس ٹو کو۔ اس نے ہمیں مشین بنا کر رکھ دیا ہے۔ پتہ نہیں خود کس دھات کا بنا ہوا ہے۔ اچھا... جولیا... میں جا رہا ہوں... مگر..."

"مگر کیا؟"

"آج رات کا کھانا..."

"... تمہارے ساتھ کھاؤں گی۔" جولیا نے جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "جلدی کرو۔ اگر وہ، دلیری کے شراب خانے سے رخصت ہو گیا تو ایکسٹو بہت بری طرح پیش آئے گا۔"

"اچھا... اچھا۔" تنویر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور جولیا نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ اس وقت باہر جانا چاہتی تھی مگر اسے تنویر کی رپورٹ کا انتظار کرنا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ایکسٹو کی مرضی کے مطابق کام نہ کرنے کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔ اسے ایسے بہتیرے مواقع یاد تھے۔ جب ایکسٹو نے اپنے ماتحتوں کو سزائیں دی تھیں۔

جولیا، تنویر کے متعلق سوچنے لگی جو اسے اکثر چھیڑتا رہتا تھا۔ بعض اوقات ڈھکے چھپے الفاظ میں شادی کی درخواست بھی کر بیٹھتا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ اسے بھی ایکسٹو سے کوئی معقول سزا دلوائی جائے۔ ایسی سزا، جو اسے زندگی بھر یاد رہے۔ جولیا تقریباً تین گھنٹے تک تنویر کی رپورٹ کا انتظار کرتی رہی۔ اس دوران میں وہ دو بار ایکسٹو کا فون ریسیو کر چکی تھی جو گٹیالی کے متعلق تنویر کی رپورٹ کا منتظر تھا۔ آخر ڈھائی بجے تنویر کا فون آیا۔

"ہیلو، جولی!" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "کسی نے اسے گولی مار دی۔ گرانڈ ہوٹل کے غسلخانے میں۔ فائر کی آواز نہیں سنی گئی۔ خیال ہے کہ وہ کوئی سائیلنسر لگا ہوا ریوالور تھا۔ میں نے بھی صرف اس کی چیخ سنی تھی۔ گولی داہنی کنپٹی میں لگی تھی۔"

"تم، اس کی قیام گاہ تک نہیں پہنچ سکے؟"

"نہیں، وہ، دلیری کے شراب خانے سے نکل کر گرانڈ ہوٹل تک گیا تھا اور شاید دلیری سے اس کا جھگڑا بھی ہوا تھا کیونکہ شراب خانے میں وہ دونوں بہت بری طرح چیخ رہے تھے۔"

"اچھا تنویر! ایک بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔" جولیا نے کہا۔ "اب تم بھی خطرے میں ہو۔ میرا خیال ہے کہ اسے اس لیے گولی ماری گئی ہے کہ تم اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ لہٰذا اب تم کہیں چھپنے کی کوشش کرو۔ ایکسٹو کا حکم ہے۔ ہم میں سے جو بھی مجرموں کی نظر میں آ جائے اسے چاہیے کہ بقیہ آدمیوں سے دور ہی رہے۔ خیر، تم اس وقت کہاں ہو؟"

"گرانڈ ہوٹل میں۔" تنویر نے جواب دیا۔

"اچھا تو وہیں ٹھہرو لیکن کسی ایسی طرف نہ جانا، جہاں تنہائی ہو۔ میں، ایکسٹو کو تمہارے حالات سے باخبر کیے دیتی ہوں۔ اسی صورت میں تم محفوظ رہ سکتے ہو۔" جولیا نے سلسلہ منقطع کر کے ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کیے۔ یہ نمبر ٹیلیفون ڈائرکٹری میں نہیں تھے... اور انہیں بہت ہی خاص مواقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔

ایکسٹو سے فون پر رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ جولیا نے اسے رپورٹ دی اور یہ بھی بتایا کہ اس نے تنویر کو کیا مشورہ دیا ہے۔

"جولیانا فٹزواٹر!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم واقعی بہت ذہین ہو۔ تم نے اسے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب مطمئن رہو۔ میں خود دیکھ لوں گا۔ گٹیالی حقیقتاً ایسا ہی آدمی تھا جس کے ذریعے ہم مجرموں تک پہنچ سکتے تھے، خیر، ابھی دوسری راہیں بھی موجود ہیں، جنہیں میں نے آزمایا نہیں ہے۔"

"مگر جناب! وہ گلاس فیکٹری... جہاں کیپٹن خاور پر حملے ہوئے تھے۔ میرا خیال ہے وہاں سے بھی مجرموں تک رسائی ہو سکتی ہے۔"

"نہیں، وہ راستہ فضول ہے۔ میں نے دیدہ و دانستہ اسے ترک کر دیا ہے۔ ویسے تو وہ دونوں آدمی بھی بظاہر کام کے تھے، جنہیں میں نے انجکشن دیے تھے، مگر وہ محض کرائے کے آدمی تھے اور انہیں بھی اس کا علم نہیں تھا کہ اصل مجرم کون ہے۔"

"تنویر کا کیا بنے گا؟" جولیا نے پوچھا۔

"تم بے فکر رہو۔ میں، اسے بحفاظت گرانڈ ہوٹل سے نکلوا دوں گا۔"

جولیا نے سلسلہ منقطع ہونے کے بعد ریسیور رکھ دیا اور باہر جانے کے لیے لباس تبدیل کرنے لگی۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد وہ اپنی چھوٹی سی آسٹن کار میں بیٹھی ہوئی بازار کی طرف جا رہی تھی۔ اسے دراصل کچھ کپڑے خریدنے تھے۔ بازار میں پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اس کا بھی تعاقب ہو رہا ہے۔ وہ، اس وقت اپنی کار ایک جگہ کھڑی کر کے مختلف دکانوں پر کپڑے دیکھتی پھر رہی تھی۔ ایک بار تعاقب کرنے والا بالکل اس کے نزدیک پہنچ گیا اور اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ تعاقب کرنے والا عمران ہے۔

وہ، اُسے اُس وقت سے جانتی تھی جب وہ محکمۂ سراغرسانی میں آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹیز تھا... اور اب اُسے یہ معلوم تھا کہ وہ آج کل بیکار ہے اور آئے دِن محکمۂ سُراغرسانی والوں کے معاملات میں ٹانگ اڑائے رہتا ہے۔

"مس جُولیانا فنزواٹر!" عُمران، اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میرے پاس آپ کے لیے ایک دلچسپ اطلاع ہے۔"

"میں نہیں جانتی، آپ کون ہیں۔" جوُلیا نے بے رُخی کا مظاہرہ کیا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اِطلاع بہرحال اہم ہے۔ اگر آپ اطمینان سے کہیں مِل بیٹھنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے۔ آپ ہیں کون؟"

"میں ٹیکنی کلر میں بغداد کا چور ہوں۔ آپ، اس کی پرواہ نہ کیجیے لیکن وہ اِطلاع ڈاکٹر اسٹیپلر کی قبر سے متعلق ہے۔"

"میں، آپ کی اُلٹی سیدھی باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکتی۔" جُولیا مُسکرا کر بولی۔ "ویسے آپ سو فیصدی ٹیکنی کلر میں ہیں۔ سبز کوٹ، نیلی پتلون، زرد قمیص، گلابی ٹائی اور سفید جُوتے۔ اگر آپ، بغداد کا چور نہ ہوتے تب بھی میں، آپ کو کوئی مداری ہی سمجھتی۔"

"سمجھتیں نا... ہا ہا... بس اب آئیے۔ کیفے دِلکشا میں چلئے، بھی پئیں گے اور باتیں بھی ہوں گی۔ بہت سی باتیں۔ ورنہ اگر میں ہاں دوڑ چلا گیا تو آپ کو افسوس ہوگا۔"

"آپ اعلیٰ قسم کے مسخرے معلوم ہوتے ہیں، خیر چلیے۔" جُولیا ہنستی ہُوئی اُس کے ساتھ ہولی۔ ویسے اُسے حیرت تھی کہ وہ اس طرح اُس سے کیوں آٹکرایا۔ کیفے میں پہنچ کر تھوڑی دیر تک وہ، ایک دوسرے کو گھُورتے رہے۔ پھر عمران نے کہا۔

"جس رات ڈاکٹر اسٹیپلر کی لاش غائب ہُوئی تھی، آپ کہاں تھیں؟"

"دیکھیے! آپ زیادہ بہکیں گے تو آپ کو مزہ چکھا دوں گی۔"

"چلیے! میں چکھنے سے پہلے ہی اُسے میٹھا تسلیم کیے لیتا ہُوں، مس جُولیا! یہ بہت اہم بات ہے کہ ڈاکٹر اسٹیپلر کے تابوت پر آپ کی اُنگلیوں کے نشان ملے ہیں۔"

"میں جا رہی ہُوں، مسٹر!" جوُلیا اُٹھتی ہُوئی بولی۔

"شوق سے جائیے۔" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "لیکن سیکرٹ سروس والوں اور محکمۂ سراغرسانی کا یہ ٹکراؤ میں پسند نہیں کرتا۔ آخر آپ لوگ یہ سب کچھ کس کے حکم سے کر رہے ہیں۔ محکمۂ سُراغرسانی کو ڈاکٹر اسٹیپلر کی لاش چاہیے، سمجھیں، اور اس کے لیے صرف میرا ایک اشارہ کافی ہے۔ آپ سمجھتی ہیں نا... اور آپ کا یہ خیال بھی فضول ہے کہ آپ، مجھے نہیں پہچانتی ہیں۔ میں، شیطان کا خالہ زاد بھائی عمران ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ انجان بننے سے کام اور زیادہ بگڑ جائے گا، مس جُولیا!"

"آپ خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں، اِسے پسند نہیں کرتی۔"

"کسی حد تک میں، آپ کی ناپسندیدگی کو بھی پسند کرتا ہُوں... مگر مس جُولیا! میں، آپ کے محکمے کے آٹھوں افراد سے واقف ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہُوں کہ آج کل ان میں سے دو حضرات قطعی نظر نہیں آتے اور تیسرے نے آج ایک حماقت کر ڈالی ہے۔ لہٰذا وہ بھی غائب ہو جائے گا۔"

"بے پر کی نہ اُڑاؤ۔" جُولیا مُسکرا کر بولی۔ "مقصد کی طرف آؤ۔ کیا تم کسی بیمہ کمپنی کے ایجنٹ ہو؟"

"صُورت سے تو وہی معلوم ہوتا ہُوں گا۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن آپ، مجھے کسی دِن صبح ہی صبح دیکھیے۔ پھر اگر اُس دن آپ کو دوپہر کا کھانا نصیب ہو جائے تو میرے مُنہ پر تھوک دیجئے گا۔"

جُولیا، اُسے چند منٹ تک خاموشی سے گھُورتی رہی۔ پھر بولی: "آپ کی باتیں پُرلطف ہیں۔ لیکن اب اصل موضوع کی طرف آئیے۔ کیا آپ مجھ سے جان پہچان پیدا کرنا چاہتے تھے؟"

"میں، مکھی پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جان پہچان تو بہت بڑی چیز ہے۔ اچھا، مس جُولیا! کوئی بات نہیں۔ آپ لوگوں کو پچھتانا پڑے گا۔ میں، لاش کا قصہ کیپٹن فیاض کو سُنا دوں گا۔ مگر اس سے پہلے میں، آپ کو دو گھنٹے کی مہلت اور دے سکتا ہوں۔ آپ اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کر لیجئے... یہ رہا، میرا کارڈ۔ اس پر فون نمبر بھی درج ہے۔ آپ دو گھنٹے کے اندر اندر مفاہمت کے لیے مجھے فون کر سکتی ہیں۔ دو گھنٹوں سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں دوں گا... اچھا، ٹاٹا!" عمران اُٹھا اور اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر چلا گیا۔

جولیا نے جیب سے رومال نکال کر چہرے کا پسینہ خُشک کیا۔ وہ بظاہر عمران سے دو ٹوک گفتگو کر رہی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ اُسے چکر پر چکر آ رہے تھے... اور اس کی وجہ ایکسٹو کا خوف تھا۔ ایکسٹو کا کہنا تھا کہ

اس کے آٹھوں ماتحت خود کو دوسروں سے چھپائے رہیں۔ کوئی ایسا نمایاں کام نہ کریں، جو اُن کی شخصیات پر روشنی ڈالنے کا موجب بنے۔ لیکن عمران اُنھوں کو نہ صرف جانتا تھا بلکہ اُسے اُن کی مشغولیات کا بھی علم تھا۔ جولیا سوچ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ، ایکسٹو کی شخصیت سے بھی واقف ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس طرح اُٹھی جیسے اس کا یہ فعل مشینی نوعیت کا رہا ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُس کی کار گھر کی طرف واپس جا رہی تھی۔ فلیٹ کے دروازے تک پہنچتے پہنچتے اُس کی سانس پھول گئی۔ اُس نے قفل میں کنجی گھمائی اور دروازے کو دھکا دے کر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئی کسی نے اُس کی گردن دبوچ لی اور قبل اس کے کہ وہ ہونٹ بھی ہلا سکتی ایک مضبوط ہاتھ اُس کے منہ پر جم گیا۔ اس کے سارے جسم میں صرف پلکیں حرکت کر سکتی تھیں۔ گردن پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی گرفت سخت ہونے لگی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ وہ دو آدمیوں کی گرفت میں ہے۔ اس کا سر ڈھلکنے لگا تھا اور آنکھوں کے سامنے تاریکی لہریں لے رہی تھی۔ گردن کی گرفت آہستہ آہستہ تنگ ہونے لگی اور ذرا سی دیر میں تکلیف کا احساس ہی فنا ہو گیا۔

اُسے معلوم نہیں کہ بیہوشی کب تک طاری رہی۔ بہرحال ہوش میں آتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اُسے احساس ہونے لگا کہ وہ کسی نرم گدیلے پر نہیں بلکہ ناہموار زمین پڑی ہوئی ہے اور اُس کے سارے جسم میں سنگریزے سے چبھ رہے ہیں۔ اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی اور بے تکان اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ بائیں طرف سے ہلکی سی سُرخ روشنی نظر آ رہی تھی لیکن وہ یہاں کا اندھیرا دُور کرنے کے لیے ناکافی تھی۔ اُس نے بائیں طرف مُڑ کر دیکھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سا سوراخ نظر آیا۔ اتنا بڑا کہ ایک آدمی بیٹھ کر بہ آسانی اُس سے گزر سکتا تھا۔ یہ سُرخ روشنی اسی سوراخ سے اندر آ رہی تھی۔

جولیا گھٹنوں کے بل سوراخ کی طرف رینگنے لگی... اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں ہے۔ سوراخ کے دوسری الاؤ جل رہا تھا۔ تین آدمی زمین پر سوئے پڑے تھے اور ایک شخص الاؤ کے قریب بیٹھا سلگتی ہوئی لکڑی سے اپنا پائپ جلا رہا تھا۔ اُس کے قریب ہی دو، تین رائفلیں ایک پتھر سے ٹکی کھڑی تھیں اور وہیں ایک بڑا سا کلہاڑا بھی پڑا ہوا تھا۔ رائفلیں سوراخ سے قریب ہی تھیں۔ جولیا خود میں ہمت پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ، دراصل ایک بہت بڑا غار تھا، جس کے دو حصے تھے اور وہ سوراخ ان دونوں کو ملاتا تھا۔ جولیا کا آدھا دھڑ سوراخ کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ آگ کے قریب بیٹھا ہوا شخص اپنا پائپ سلگا کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔

جولیا نے ہاتھ بڑھا کر ایک رائفل اپنے قبضے میں کر لی اور اُس کی نالی جاگتے ہوئے آدمی کی طرف کرتی ہوئی آہستہ سے بولی۔ "بس خاموش ہی رہنا۔"

اس آدمی نے بڑے اطمینان سے اُس کی طرف کروٹ لی اور اس انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا جیسے کوئی ننھی سی بچی کسی لکڑی کی بندوق سے اُسے دھمکا رہی ہو۔ "رائفل خالی ہے... اسے رکھ دو۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد آہستہ سے کہا۔ "اور اپنی جگہ پر واپس جاؤ۔ یہ تینوں جو سو رہے ہیں، بہت بُرے آدمی ہیں۔ میں نے انہیں بہت مشکل سے سُلایا ہے۔" جولیا یونہی رائفل تھامے کھڑی رہی۔ اس شخص نے پھر کہا۔ "میرے کہنے پر عمل کرو، ورنہ نتیجے کی خود ذمے دار ہوگی۔"

"تم لوگ، مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" جولیا نے پوچھا۔

"اس بات کا جواب ہم نہیں دے سکتے۔ تم ابھی دوسری جگہ لے جائی جاؤ گی اور وہیں تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میرے کہنے پر عمل کرو رائفل وہیں رکھ دو، جہاں سے اُٹھائی ہے۔ اگر یہ لوگ جاگ پڑے تو تمھاری بقیہ زندگی جہنم بن جائے گی۔"

جولیا چند لمحے کچھ سوچتی رہی۔ پھر رائفل وہیں رکھ کر غار کے تاریک حصے میں واپس چلی گئی۔ وہ، اُس آدمی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہ، اس کا کوئی جانا پہچانا سا چہرہ تھا۔ آواز میں بھی کوئی ایسی چیز موجود تھی جس کی بنا پر وہ سوچ رہی تھی کہ وہ، اس سے قبل بھی کہیں اُسے دیکھ چکی تھی... کہاں؟ ذہن پر زور دینے کے باوجود بھی یاد نہ آ سکا۔ پھر سوچنے لگی، ممکن ہے، واہمہ ہو۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ چونکہ وہ خلافِ توقع مہربانی سے پیش آیا تھا، اس لیے ذہن کے تاریک گوشے اس سے کچھ نہ کچھ تعلق پیدا کر لینے کا جواز ڈھونڈ رہے ہوں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد تاریکی میں ٹارچ کی روشنی نظر آئی۔ اُس نے بائیں طرف والے سوراخ کی جانب دیکھا۔ کوئی آدمی ٹارچ کی روشنی اس پر ڈال رہا تھا۔

پھر دو آدمی اندر آئے اور انہوں نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر دوسری طرف نکالا۔ اب اس غار میں چھ آدمی تھے۔ انہوں نے جولیا سے کوئی بات نہیں کی۔ سوئے ہوئے آدمی بھی اُٹھ گئے تھے... اور اُن کا سامان ایک جگہ ڈھیر تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سفر کے لیے تیار ہوں۔

کسی نے جولیا کی کمر پر رائفل کا کندہ رکھ کر اُسے آگے دھکیلا اور وہ کچھ کہے بغیر اپنے آگے چلتے ہوئے آدمیوں کے پیچھے چل پڑی۔

غار سے نکلتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے وہ برفیلے سمندر میں غوطے لگا رہی ہو۔ اُس کے جسم پر ایسے کپڑے نہیں تھے جو اُسے جنگل کی سردی سے بچا سکتے۔ کچھ دُور چلنے کے بعد رُک جانے کا حکم ملا اور ٹارچ کی روشنی ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن پر پڑی۔ قبل اس کے، کہ اُسے کچھ کہا جاتا جولیا خود ہی اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گئی۔ چار آدمی اُس کے ساتھ بیٹھے اور دو اگلی نشست پر چلے گئے۔ اندر پہنچتے ہی اُن میں سے کسی شخص نے جولیا پر کمبل ڈال دیا تھا۔ "اگر تم لیٹنا چاہو تو وہ سیٹ کافی بڑی ہے۔" کسی نے کہا۔

"نہیں شکریہ!" جولیا بولی۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

حضرت سلیم چشتیؒ کی کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے حضرت عرش آشیانی (اکبر) کو اس نیازمند کی ولادت کی خوش خبری کے ساتھ ہی دو اور بھائیوں کا امیدوار کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ایک دن حضرت عرش آشیانی نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ اور زمانۂ رحلت کب آئے گا؟ جواب میں کہا کہ حق تعالیٰ پوشیدہ باتوں کا عالم ہے لیکن اصرار کرنے پر اس نیازمند کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ شہزادہ کسی معلم کی تعلیم سے یا کسی شخص سے کچھ یاد کر لے اور باتیں کرنے لگے تو یہ میرے وصال کے آثار ہیں۔ حضرت والا نے ان لوگوں کو جو میری خدمت میں رہتے تھے، تاکید فرما دی کہ کوئی آدمی شہزادے کو نظم و نثر سے کچھ تعلیم نہ کرے یہاں تک کہ دو برس اور چھ مہینے گزر گئے۔ ایک دن ایک عورت خادمہ جو اس محلے میں رہتی تھی اور ہمیشہ چشمِ بد کے واسطے سپند جلایا کرتی تھی اور اس بہانے سے میری خدمت میں راہ رکھتی تھی مجھ کو تنہا پا کر بے خبری میں یہ شعر مجھ کو تعلیم کر گئی ہے۔

الٰہی غنچۂ امید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما

میں نے شیخ کی خدمت میں جا کر یہ بیت پڑھی۔ شیخ بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل کر حضرت عرش آشیانی کی خدمت میں دوڑے اور اس واقعے سے آگاہی بخشی۔ قضائے الٰہی سے اسی رات کو بخار کے آثار ظاہر ہوئے۔ ایک آدمی کو حضرت والا کی خدمت میں بھیجا اور تان سین کلاونت کو جو قوالوں میں بے نظیر تھا بلایا۔ تان سین نے خدمت میں جا کر قوالی شروع کی۔ اس کے بعد پھر ایک آدمی حضرت عرش آشیانی کو بلانے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت والا تشریف لائے تو فرمایا کہ وعدۂ وصال کا آ پہنچا اور تم سے وداع ہوتا ہوں۔ اپنے سر سے پگڑی اتار کر میرے سر پر رکھی اور کہا "ہم نے سلطان سلیم کو اپنی جگہ بٹھایا اور اسے خدا کو سونپا۔" ان کا ضعف دمبدم زیادہ ہونے لگا اور آثارِ مرگ ظاہر ہونے لگے حتیٰ کہ واصل بحق ہو گئے۔

(تزک جہانگیری)

اسٹیشن ویگن کا انجن گڑگڑایا اور وہ فراٹے بھرنے لگی۔ جولیا محسوس کر رہی تھی کہ وہ لوگ کافی مہذب اور شائستہ ہیں۔ انہوں نے ابھی تک اُسے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔ جولیا نے خود کو اچھی طرح کمبل میں لپیٹ لیا تھا۔ لیکن ٹھنڈی ہوا اب بھی اس کے چہرے پر تھپیڑے مار رہی تھی۔ اس کے باوجود بھی نہ تو وہ لیٹنا چاہتی تھی اور نہ چہرہ ڈھکنا چاہتی تھی۔ گاڑی ناہموار راستے پر چل رہی تھی۔ جھٹکے اور دھچکے ہی کہہ رہے تھے۔

یہ سفر تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہا۔ جولیا کو وقت کا احساس نہیں تھا اور نہ اُس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اُن لوگوں سے وقت پوچھ سکتی۔ آخر وہ سفر ختم ہوا اور جولیا سے نیچے اُترنے کو کہا گیا۔ اُس نے بے چوں و چرا تعمیل کی۔ باہر نکلتے ہی پھر اُسے شدید ترین سردی کا احساس ہوا۔ کیونکہ ہوا بہت تیز تھی اور آسمان میں بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چمک طوفان کا پیش خیمہ معلوم ہو رہی تھی۔

جولیا کو یاد نہیں کہ وہ کس طرح اس عمارت میں پہنچی۔ اُسے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ عمارت تک پہنچنے میں کتنی دیر لگی تھی۔ اُس کا سارا جسم کانپ رہا تھا اور ذہن پر برف کی سِل رکھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے بجلی کی چمک میں اُس عمارت کی ایک جھلک ضرور دیکھی تھی، لیکن اتنی دیر میں اُس کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا مشکل تھا۔

وہ ایک کمرے میں لائی گئی، جس کی دیواریں بھورے رنگ کے پتھر سے بنائی گئی تھیں اور وہاں بہت ہی بھدّے قسم کا فرنیچر موجود تھا۔ اُسے ایسا ہی محسوس ہُوا تھا جیسے وہ کسی دیہاتی زمیندار کے مکان میں ہو۔ وہ لوگ اُسے کمرے میں چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ کمرہ گرم تھا۔ دیوار میں بنے ہوئے آتشدان میں پتھر کے کوئلے دہک رہے تھے لیکن کمرے کے در و دیوار سے اُسے وحشت ہو رہی تھی۔

یہاں ایک ہی دروازہ تھا۔ نہ کھڑکیاں تھیں، نہ روشندان۔ شاید پندرہ یا بیس منٹ تک وہ وہاں تنہا رہی۔ پھر یہ تنہائی رفع ہو گئی۔ آنے والا پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا۔ اگر اُس کے سر کے بال زیادہ تر غائب نہ ہو گئے ہوتے تو اس کی عمر کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ اب بھی یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بال قبل از وقت گر گئے ہیں اور وہ پینتیس سال سے زیادہ کا نہیں ہے۔

جولیا نے اُسے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ کیونکہ وہ، اُس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ سینکڑوں بار علمی، ادبی رسائل میں اس کی تصاویر دیکھ چکی تھی... یہ مشہور سائنسدان ڈاکٹر اسٹیپلر تھا۔ ایک دیسی عیسائی، جس کی قبر سے خالی تابوت برآمد ہُوا تھا۔

اس کی آنکھیں تیز اور خوفناک تھیں۔ جولیا ایک بار سے زیادہ اُس سے آنکھیں نہ مِلا سکی۔ "تم بہت تھک گئی ہوں گی۔" ڈاکٹر اسٹیپلر نے کہا۔ اُس کی آواز بڑی نرم تھی اور چہرے کی کرختگی کے مقابلے میں وہ جولیا کو بہت عجیب لگی۔ "میں، تمہیں بہت پسند کرتا ہوں۔" ڈاکٹر اسٹیپلر نے کہا۔ "میں، تمہیں اُسی دِن سے جانتا ہوں، جب تم نے میرے دو آدمیوں کو دھوکا دے کر دانش منزل میں پہنچایا تھا۔"

"تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں حقیقتاً کون ہوں؟" جولیا نے کہا۔

"مجھے یہ جاننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ تم کون ہو!" ڈاکٹر اسٹیپلر نے کہا۔ "لیکن یہ ضرور معلوم کروں گا کہ دانش منزل میں تمہارے علاوہ اور کون تھا؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔"

"ضِد بُری چیز ہے۔" ڈاکٹر اسٹیپلر مُسکرایا۔

"میں یقین بھی نہیں دلانا چاہتی۔" جولیا نے لاپرواہی سے کہا۔

"خواہ کتنی ہی ضد کیوں نہ کرو۔ میں تشدد نہیں کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد تم خود بخود مجھے سب کچھ بتا دوگی۔ اگر میرے دو آدمی پاگل ہو سکتے ہیں تو تم بھی اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ سکتی ہو۔"

"وجوہات میں نہیں جانتی۔ تمھیں کیسے بتا سکوں گی۔"

"اچھا، والٹن اور جیفری میں کیا گفتگو ہوئی تھی؟"

"مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے۔ اس کا علم بھی اُسی شخص کو ہو سکتا ہے، جو اُس رات دانش منزل میں تھا، جس نے آپ کے دو آدمیوں کو۔"

"اچھا، تمھاری مرضی... میں، تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔" ڈاکٹر اسٹیپلر خاموش ہو گیا... وہ چند لمحے آتش دان میں دہکتے ہوئے کوئلوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "میری قبر کس نے کھود دی تھی؟"

"میں کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتی۔"

"محض اس لیے کہ میرے کسی آدمی نے تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی اور میں بھی رحمدلی سے پیش آ رہا ہوں۔"

"اور میں یہ بھی جانتی ہوں، ڈاکٹر! کہ میری زندگی کا انحصار میری زبان ہی پر ہے۔ میں اس وقت تک زندہ رہوں گی، جب تک اپنی زبان بند رکھوں۔"

"نہیں، یہ ضروری نہیں۔"

"ڈاکٹر اسٹیپلر! میں کوئی ننھی سی بچی نہیں ہوں۔ آپ نے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ آپ مر چکے ہیں۔ میں، آپ کو زندہ دیکھ رہی ہوں۔ کیا آپ کسی ایسے آدمی کو زندہ دیکھنا پسند کریں گے جو اس راز سے واقف ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ والٹن، اس راز سے واقف رہا ہو۔"

"تم کافی ذہین عورت ہو۔ لیکن والٹن کی موت سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں خود یہ جاننا چاہتا ہوں کہ والٹن کو کن لوگوں نے قتل کیا ہے۔ اور میری مصنوعی موت بھی ملک کے مفاد ہی کے لیے ہوئی تھی۔ تم کیا جانو کہ ملک و قوم کے مفاد کے لیے کیا کر رہا ہوں۔ اگر میں علی الاعلان اپنا کام جاری رکھتا تو ایک مغربی ملک کے جاسوس میرا کام تمام کر دیتے لیکن تم لوگ کون ہو جو میرے کاموں میں روڑے اٹکا رہے ہو۔ میں صرف اس آدمی کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں، جس نے میرے دو آدمیوں کے دماغ الٹ دیئے تھے۔"

جولیا سوچ میں پڑ گئی۔ ڈاکٹر اسٹیپلر تیکھے خد و خال رکھنے کے باوجود بھی اُسے رحم دل اور ایماندار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے آدمیوں نے بھی اس کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی سختی نہیں کی تھی کہ اُسے زبردستی گھر سے اُٹھا لائے تھے۔ اس کے بعد یہاں تک لے آنے کے دوران میں اُس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی تھی۔ وہ ایکسٹو کے متعلق سوچنے لگی... کہیں وہ سچ مچ کوئی غیر ملکی جاسوس نہ ہو۔ اکثر ایسے واقعات پیش آئے تھے، جب کسی سرکاری ادارے پر دوسرے ممالک کے جاسوسوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ وہ اُلجھن میں پڑ گئی۔ ڈاکٹر اسٹیپلر بہت نیک نام آدمی تھا۔ اُس نے ملک و قوم کی بہتیری خدمات انجام دی تھیں۔

"تم کیا سوچ رہی ہو؟" ڈاکٹر اسٹیپلر نے کہا۔ "کیا تم تھوڑی سی برانڈی لینا پسند کرو گی؟"

"نہیں، شکریہ! میں شراب نہیں پیتی۔"

"تم نسلاً سوئیس ہو؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن تمھارے دوسرے ساتھی یہیں کے ہیں۔ کیا تم اس ملک کی وفادار ہو؟"

"ہاں، میری ماں یہیں کی تھی۔ میں خود کو یہیں کی شہری تصور کرتی ہوں مجھے اس سرزمین سے پیار ہے۔"

"تم بکواس کر رہی ہو۔" دفعتہً ڈاکٹر اسٹیپلر کا موڈ بدل گیا۔ اُس کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں اور پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ وہ پھر دھاڑا۔ "تم کسی دشمن ملک کی جاسوسہ ہو۔ مجھے بتاؤ، تمھارا سرغنہ کون ہے؟"

جولیا کانپ گئی۔

دفعتہً دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ "ڈاکٹر! پولیس۔"

"کیا بکواس ہے؟" ڈاکٹر غرا کر دروازے کی طرف مڑا۔

دروازے میں جولیا کو وہی آدمی نظر آیا، جس سے غار میں اُس کی گفتگو ہوئی تھی، اور جس نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ رائفل رکھ دے ورنہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔ وہ اندر آ گیا۔

"پولیس... تم کیا بک رہے ہو؟"

"ہاں، ڈاکٹر! میرے اور آپ کے علاوہ اور سب گرفتار ہو گئے ہیں۔"

"کیا تم نشے میں ہو؟"

"آپ جانتے ہیں کہ مجھے نشے سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"رات بھی تم نے شراب پی کر کافی اُودھم مچائی تھی۔ جاؤ یہاں سے۔"

"ڈاکٹر! اس وقت میں نشے میں نہیں ہوں۔ اگر ہوتا بھی تو نشہ ہرن ہو جاتا۔ آپ خود دیکھ لیجئے۔ سارے ساتھی اُسی کمرے میں بندھے ہوئے پڑے ہیں۔" اُس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"تم جاتے ہو یا میں تمھیں ہوش میں لاؤں۔" ڈاکٹر دانت پیس کر اُسے مُکا دکھاتا ہوا بولا۔

"آپ کی مرضی۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں نے خطرے سے آگاہ کر دیا۔" وہ چلا گیا اور ڈاکٹر پھر جولیا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ڈاکٹر! اگر تم محب وطن ہو تو یہاں پولیس کا کیا کام؟" جولیا نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"اوہ! وہ بکواس کر رہا ہے۔ نشے میں ہے۔ میرے سارے آدمی میری طرح سنجیدہ نہیں ہیں۔"

اچانک جولیا کی نظر پھر دروازے کی طرف اُٹھ گئی۔ وہی آدمی دوبارہ اندر آ رہا تھا لیکن اس بار اُس نے ایک شخص کو اپنے کندھے پر اُٹھا رکھا تھا جس کے ہاتھ، پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ اُس نے اُسے فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھئے، ڈاکٹر! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"کیا...؟ ارے! یہ کیا؟" ڈاکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی ہاں، اور دوسرے وہاں اس کمرے میں ہیں۔" اُس نے کہا۔

ڈاکٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں اُدھر جھپٹا... اور وہ آدمی جولیا کو آنکھ مار کر مُسکرانے لگا۔ گھنی مونچھوں سے ہونٹ تو ظاہر نہیں ہو سکے لیکن اُس کی آنکھوں بھی مُسکراتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ جولیا نے جھینپ کر مُنہ دوسری طرف پھیر لیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس نے ڈاکٹر اسٹیپلر کی غرّاہٹ سُنی اور غیر ارادی طور پر اس کا چہرہ اُس کی طرف مُڑ گیا۔

"ہوش میں تو ہو؟" ڈاکٹر اسٹیپلر اُس آدمی سے کہہ رہا تھا... ... تم لارنگ نہیں ہو... ہرگز نہیں۔ میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"تم کھا چکے ہو، اسٹیپلر! تم ختم ہو گئے۔" اس آدمی نے گھنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی جولیا کے حلق سے ایک تحیّر آمیز چیخ نکلی۔ اُس کے سامنے وہی لفنگا عمران کھڑا تھا، جس نے آج اسے ایک ریستوران میں مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ڈاکٹر اسٹیپلر! خود کو میرے حوالے کر دو۔ بہتری اسی میں ہے۔ ورنہ شاید مجھے تمھاری لاش یہاں سے لے جانی پڑے۔" عمران نے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"علی عمران، ایم۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (گور داسپور) اور ریاست ڈھمپ کا شہزادہ۔ انگریزی میں لوگ مجھے ڈیوک آف ڈھمپ کہتے ہیں۔"

دفعتہً ڈاکٹر اسٹیپلر نے عمران پر چھلانگ لگائی اور عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈاکٹر زمین پر اوندھا گرا لیکن پھر بڑی تیزی سے عمران کی طرف پلٹ پڑا۔

"ہائیں... ہائیں... ارے، ارے۔" عمران پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "ہاتھا پائی شریفوں کا شیوہ نہیں ہے... ڈاکٹر تم بہت اونچے آدمی ہو... لفنگے نہ بنو۔"

اس بار ڈاکٹر اسٹیپلر کا مُکا دیوار پر پڑا۔ اُس کی آنکھوں میں تارے ہی ناچ گئے ہوں گے۔ کیونکہ اُس نے پوری قوت سے حملہ کیا تھا۔ دیوار پر مُکّہ پڑتے ہی اُس کے مُنہ سے ہلکی سی کراہ بھی نکلی تھی۔

"صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" عمران نے ایک طرف ہٹ کر درویشانہ انداز میں کہا اور جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ اُس نے ابھی تک عمران کی حرکتوں کے متعلق صرف سُنا تھا۔ قریب سے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اسے حیرت بھی تھی، جیسا سُنا تھا، اُسے ویسا ہی پایا اور شاید وہ تنہا بھی تھا۔ اگر اُس کے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا تو وہ ساتوں افراد بیہوش کیوں ہوتے، جن کے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے تھے۔ شاید اُس نے اُنہیں کسی تدبیر سے بیہوش کر کے باندھ لیا تھا اور اب اُن کے سرغنہ کو اس طرح زچ کر رہا تھا جیسے کوئی بلی کا بچہ اپنے پہلے شکار کو کھلا کھلا کر مارتا ہے۔

ڈاکٹر اسٹیپلر ذرا ہی سی دیر میں دیوار سے لگ کر ہانپنے لگا۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور اس کا کاغذ پھاڑتا ہوا بولا۔ "یہ تھکن کا بہترین علاج ہے۔ اگر کہو تو ایک پیش کر دوں۔ اس سے سانس بھی قابو میں آجاتی ہے۔"

جواب میں اسٹیپلر نے ایک گندی سی گالی دی۔

"توبہ... توبہ!" عمران اپنا مُنہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یہ ایک عظیم سائنسدان بول رہا ہے۔"

"شٹ اپ!" ڈاکٹر اسٹیپلر حلق کے بل دھاڑا اور پھر عمران پر آپڑا... مگر عمران کہاں...؟ اُس نے تو سامنے والی دیوار پر ٹکّر ماری تھی اور عمران دُور کھڑا سادھوؤں کی طرح ہاتھ اُٹھائے کہہ رہا تھا۔

"کنفیوشش نے کہا تھا کہ غصّے کی آگ کا ایندھن عقل بن جاتی ہے اور آدمی کسی جلی ہوئی عمارت کی طرح ویران ہو جاتا ہے، جو بیکار ہو جانے کے باوجود بھی زمین پر اپنا تسلّط جمائے رکھتی ہے۔ اگر کنفیوشش کی شادی ہوگئی ہوتی تو وہ ایسی بات نہ کہہ سکتا۔ کیوں، ڈاکٹر! کیا خیال ہے؟"

مگر ڈاکٹر کو ہوش کہاں تھا۔ آخری ٹکّر نے اس کے سر میں شگاف ڈال دیا تھا، جس سے خون بہہ بہہ کر فرش پر پھیل رہا تھا اور وہ خود اوندھے مُنہ پڑا تھا۔ جولیا قریب ہی کھڑی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔

☆

تھوڑی دیر بعد عمران، آٹھ بیہوش آدمیوں کو اسٹیشن ویگن میں ٹھونس رہا تھا۔ جولیا اُس کے پاس خاموش کھڑی تھی۔

"تم یہاں اگلی سیٹ پر میرا انتظار کرو۔" عمران نے اُس سے کہا۔ "میں بہت جلد واپس آؤں گا۔ بھاگنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ زندگی بھر اس پہاڑی علاقے میں بھٹکتی پھرو گی۔ مجھے یقین ہے کہ آتے وقت تم نے راستے پر دھیان نہ دیا ہوگا۔"

"میں انتظار کروں گی۔" جولیا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

عمران پھر عمارت میں داخل ہوا، جہاں اب اُلّو بول رہے تھے۔ وہ ایک کمرے میں آیا، جس میں ایک ٹرانسمیٹر سیٹ موجود تھا۔ عمران، اُس پر جھکتا ہوا بولا۔ "روشی... روشی..."

ریسیونگ اپریٹس سے آواز آئی۔ "کون... عمران! تم کہاں ہو؟"

"وہیں، جہاں سے پہ دیر پہلے بولا تھا۔ دیکھو، سِکس، تھری ایٹ ناٹ پر فون کر کے کہو، سارجنٹ ناشاد! تم اپنے تین آدمیوں کو لے کر گرینڈ کسٹم ہاؤس کے پاس جاؤ۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا کہ یہ ایکسٹو کا حکم ہے اور پھر سارجنٹ ناشاد سے کہہ دینا کہ کسٹم ہاؤس کے پاس سے گزرنے والی ہر اسٹیشن ویگن کی تلاشی لیتا رہے۔ عمران قیدیوں کو لا رہا ہے۔ اُس کے ساتھ جولیا بھی ہے۔ تم زبردستی اِن قیدیوں پر قبضہ کر لینا۔ اگر عمران لڑنے پر آمادہ ہو تو اُسے اچھی طرح ٹھیک کر دینا... پھر اُن قیدیوں کو دانش منزل پہنچا کر ایکسٹو کے دُوسرے حکم کا انتظار کرنا۔"

"جولیا کون ہے؟" روشی نے پوچھا۔

"ایک بیمار اور بوڑھی عورت، جو شاید راستے ہی میں مر جائے۔ فون نمبر پھر سے سنو اور لکھ لو۔ سکس، تھری، ایٹ، ناٹ... سارجنٹ ناشاد... وہ تینوں آدمیوں سمیت لینڈ کسٹم ہاؤس کے پاس موجود رہے، ہاں۔"

عمران ڈسکنکٹ کر کے پھر باہر آ گیا۔ جولیا اگلی سیٹ پر موجود تھی۔ اسٹیشن ویگن پھر چل پڑی۔

"اور یہاں یہ سب یونہی پڑا رہے گا۔" جولیا نے کہا۔

"جہنم میں جائے۔ میں صرف کیپٹن فیاض کو چوٹ دینا چاہتا تھا۔ پولیس خود ہی سمجھتی بوجھتی رہے گی۔"

"نہیں، تم، انہیں براہِ راست پولیس کے حوالے نہیں کر سکتے۔ یہ کیس سیکرٹ سروس والوں کا ہے۔"

"ہوگا۔" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "سیکرٹ سروس والوں کو بھی دیکھ لیا۔ سب نکمے ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ لوگ تمہیں مکھن کی ٹکیہ کی طرح کھا جاتے۔ کیا میں غلط [illegible]؟ ویسے اگر چیونگم سے شوق کرنے کو دل چاہے تو میری جیب سے نکال لو۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ حقیقتاً اگر عمران وہاں نہ ہوتا تو نہ معلوم وہ لوگ اس کا کیا حشر کرتے۔ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔ "کیا تم بہت پہلے سے ان لوگوں میں رہتے ہو؟"

"نہیں، یہ آج ہی کی بات ہے۔ میں، ریستوران سے نکل کر ایک جگہ چھپ گیا تھا اور وہاں مجھے پہلے سے علم تھا کہ کچھ لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ وہ دراصل ڈاکٹر اسٹیپلر ہی کے آدمی تھے۔ تم، ریستوران سے نکلیں... اور میں نے تمہارا تعاقب شروع کر دیا۔ میں دراصل تم پر اپنی گفتگو کا ردِ عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ تم اپنے فلیٹ گئیں اور میں باہر تمہارا انتظار کرتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ تم پھر باہر آؤ گی۔ اس کے بعد میں دیکھتا کہ میری گفتگو تمہیں کہاں لے جاتی۔ لیکن تمہارے بجائے تمہارے فلیٹ سے دو آدمی نکلے۔ جو ایک بہت بڑا صندوق اٹھائے ہوئے تھے۔ صندوق حد سے زیادہ وزنی معلوم ہوتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس صندوق میں تم ہی ہو سکتی ہو کیونکہ یہ دونوں ان ہی آدمیوں میں سے تھے، جو تمہاری نگرانی کر رہے تھے۔

"پھر میں، ان کا تعاقب کرتا ہوا اس غار تک پہنچا۔ جہاں تم پہلے لے جائی گئی تھیں۔ وہاں دو آدمی اور تھے۔ بس میں نے ان چاروں میں سے ایک کا انتخاب کر لیا۔ جس کا میک اپ مجھ پر چل سکتا تھا۔ اس کا نام شاید لارنگ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اب بھی وہیں جھاڑیوں میں بندھا پڑا ہو... کنفیوشش نے کہا تھا کہ اپنے جسم کو کاہل مت ہونے دو، بیڑا پار ہو جائے گا۔ ہاں... آج میں نے بہت محنت کی ہے۔ ان ساتوں کو شراب میں بیہوشی کی دوا دینی پڑی تھی۔"

"کیا اس کے ساتھ بس اتنے ہی آدمی تھے؟"

"نہیں، شاید ڈیڑھ درجن شہر میں بھی ہیں۔"

"سرخ تحریر کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟"

"وہ سو فیصدی سرخ ہوتی ہے۔ خدا کی پناہ... وہ سب کچھ قیامت ہے جو ایک دن ساری زمین پر پھیل جائے گی... اور کیا۔"

جولیا اونگھ رہی تھی۔ اب وہ مطمئن ہو چکی تھی۔ اس لیے اسے جلد ہی نیند آ گئی اور وہ پشت گاہ سے ٹک کر سو گئی۔ پھر اچانک دھچکا لگنے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسٹیشن ویگن رک گئی تھی۔ دفعتاً اس نے سارجنٹ ناشاد کی آواز سنی، جو کہہ رہا تھا۔ "عمران صاحب! چپ چاپ اتر آئیے۔ ورنہ میں، آپ کی کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔"

"ضرور کر دو، پیارے! میں، اسے دماغ کی کھڑکی کہا کروں گا۔ ہوا اندر جاتی رہے گی اور دماغ کو کبھی گرم ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں ریوالور کی نال، عمران کے سینے سے آ لگی۔ دروازہ کھلا اور عمران کو زبردستی نیچے کھینچ لیا گیا۔ "یہ کیا کر رہے ہو، تم لوگ؟" جولیا نے چیخ کر کہا۔

"ایکسٹو کا حکم!" سارجنٹ ناشاد اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر پچھلے حصے سے کسی نے کہا۔ "عمران! ریوالور کا رخ تمہاری طرف ہی ہے۔ اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا۔"

عمران نیچے سے چیخ کر بولا۔ "جولیا تم قیامت کے دن خدا کے سامنے گواہ رہنا کہ اسٹیپلر کو میں نے پکڑا تھا... کنفیوشش پر تو مجھے اس وقت غصہ آ رہا ہے، جو دنیا کو نیکی کا سبق دیا کرتا تھا... بس قصۂ حاتم طائی ٹھیک ہے دریا کر نیکی میں ڈال... اور... نیکی کر..."

اسٹیشن ویگن فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

☆

دانش منزل کے ایک بڑے کمرے میں سیکرٹ سروس کے آٹھوں ممبران مؤدب بیٹھے ہوئے تھے اور ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی بھرائی ہوئی آواز نشر ہو رہی تھی۔ وہ ہمیشہ بھرائی ہوئی آواز میں بولتا تھا۔ اسی لیے اس

کے ماتحتوں کا خیال تھا کہ وہ اپنی اصلی آواز چھپانے کے لیے [illegible] بولتا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "ڈاکٹر اسٹپلر، وہ راکٹ چرا کر لایا تھا۔ اُس نے انگلینڈ میں اُس سائنسدان کو زہر دیا تھا، جس نے راکٹ بنایا تھا۔ خیال اس کا تھا اور ڈاکٹر اسٹپلر نے اُس کی تیاری میں مدد دی تھی۔ وہ راکٹ کچھ اس قسم کا تھا کہ فضا میں ہر قسم کی اُڑان کر سکتا ہے۔ اس کے پچھلے حصے سے سُرخ رنگ کی ایک چمکدار گیس بھی خارج ہوتی ہے۔

"راکٹ دراصل اس لیے بنایا گیا تھا کہ اُس کے ذریعے چاند تک پہنچنے کا تجربہ کیا جائے لیکن ڈاکٹر اسٹپلر کی ذہانت نے شیطنت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ وہ، اُسے یہاں اُڑا لایا اور اُسے دوسرے مقصد کے لیے استعمال کرنے لگا۔

"وہ، راکٹ کو فضا میں اس طرح چلا دیتا تھا کہ سُرخ رنگ کا دھواں تحریر کی شکل اختیار کر جاتا تھا۔ لوگ بدحواس ہو جاتے۔ پھر وہ آبادیوں پر دُھوئیں کے غبارے چھوڑ کر سچ مچ قیامت کا منظر پیش کر دیتا اور اُس کے گرگے اس افراتفری سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں کو لوٹتے پھرتے تھے۔ چونکہ وہ گیس ماسک پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ اس لیے بے دھڑک دُھوئیں میں گھستے چلے جاتے تھے۔ اُنہوں نے صرف دو ہی حملوں میں اربوں روپوں کی دولت لوٹ لی۔

"ڈاکٹر اسٹپلر جانتا تھا کہ یہ بات چھپی نہ رہے گی لہٰذا اُس نے یہاں آکر اپنی موت کا ڈھونگ رچایا۔ اُس کے گروہ والوں نے ایک تابوت دفن کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں پتھر ہی ہوں گے۔

"والٹن دراصل اسکاٹ لینڈ یارڈ کا ایک انسپکٹر تھا اور اس راکٹ کے چکر میں یہاں آیا تھا۔ چونکہ وہ راکٹ تجرباتی ہی دور میں تھا۔ اس لیے انگلینڈ کی حکومت چاہتی تھی کہ اُس کی شہرت ابھی نہ ہونے پائے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حریف ملک پہلے ہی فائدہ اُٹھا لے... اس لیے والٹن بہت ہی پوشیدہ طور پر یہاں آیا تھا... اور وہ، مجھ سے مل کر اُسے تلاش کرنا چاہتا تھا، مگر اسٹپلر کے آدمیوں نے اُسے پہلے ہی ختم کر دیا۔ وہ راکٹ اب میرے قبضے میں ہے، جو محکمۂ خارجہ کے توسط سے انگلینڈ واپس بھیج دیا جائے گا۔ اگر میں اس سلسلے میں عمران کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بہت زیادتی ہوگی، مگر... شاید شکریہ اُس تک نہ پہنچ سکے۔

"وہ، تم آٹھوں سے واقف ہے لیکن اُسے میرے وجود کا علم نہیں ہے اور میں یہی چاہوں گا کہ کبھی نہ ہو۔ اسی میں میرے محکمے کی بہتری ہے۔ اچھا اب تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ پولیس آ رہی ہے۔ وہ مجرموں کو لے جائے گی۔ پولیس والوں کو تمہارے وجود کا علم نہ ہونا چاہیے۔"

★

ٹرانسمیٹر بند کر کے عمران بُری طرح کھانسنے لگا۔ اتنی دیر تک اس طرح بولتے رہنے کی وجہ سے حلق میں خراش پڑ گئی تھی۔ روشی، اُس کے قریب ہی کھڑی ہوئی اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے اُس کا داہنا کان پکڑ کر زور سے اینٹھ دیا۔

"ارر... ارر..." عمران اُس کا ہاتھ پکڑ کر کراہا۔

"یہ مجھے آج معلوم ہوا ہے۔" روشی نے کان چھوڑ کر کہا۔ "تم مجھ سے اتنے دنوں تک چھپائے کیوں رہے؟"

"تم بھی کس کی باتوں میں آ گئی ہو۔" عمران ہنس کر بولا۔ "یہ عمران بول رہا ہے۔ عمران... جس کے قول و فعل کا کوئی اعتبار نہیں۔"

"پچھلی رات بھی تم نے ایکسٹو کا پیغام دینے کے لیے کہا تھا۔ مجھے بتاؤ ورنہ..." روشی مُکّا اُٹھا کر بولی۔

"ہائیں... ہائیں!" عمران بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ "بتاتا ہوں۔ ہاں، میں... محکمۂ خارجہ کی سیکرٹ سروس کا چیف آفیسر ہوں۔ اپنے ماتحتوں کے سامنے نہیں آنا چاہتا۔ ورنہ وہ کمبخت مجھے چٹکیوں میں اُڑا دیں گے۔ میری صورت ہی ایسی ہے کسی پر میرا رعب نہیں چلتا۔ لوگ راہ چلتے شانے پر ہاتھ رکھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ اگر اپنے چہرے پر رعب پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور زیادہ مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر پر ایکسٹو کی آواز سن کر وہ لوگ بُری طرح کانپنے لگتے ہیں لیکن عمران کی جو درگت اُنہوں نے پچھلی رات بنائی تھی، اب تک یاد ہے۔ ایسی بیدردی سے اسٹیشن ویگن سے کھینچ کر زمین پر پھینک دیا تھا کہ عمران کے بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کی ہڈیاں اور پسلیاں برابر ہو گئی ہوتیں۔"

"یہ جولیا کون ہے؟"

"مر گئی بے چاری۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اس کا کیا قصہ ہے؟" روشی نے پوچھا۔

"وہ بیچاری کم از کم پچانوے سال کی ضرور ہوگی۔ ڈاکٹر اسٹپلر کی نانی تھی اور اس کمبخت نے اُسے بھی قید کر رکھا تھا۔ کیونکہ وہ اُس کی فرضی موت کے راز سے واقف تھی۔ ڈاکٹر اسٹپلر نے سوچا کہیں کسی پر یہ راز ظاہر نہ کر دے، لہٰذا اُس نے اُسے اپنی قید میں رکھ چھوڑا تھا۔"

"جولیا نام تو بہت خوبصورت ہے۔"

"اور کیا..." عمران سر ہلا کر بولا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ جوانی میں وہ خود بھی بہت خوبصورت رہی ہوگی... ہاں، لو چیونگم کھاؤ۔" عمران، اُسے کنکھیوں سے دیکھتا ہوا اپنا سر کھجانے لگا۔ روشی دوسری طرف دیکھ رہی تھی... وہ شاید اب بھی جولیا ہی کے متعلق سوچ رہی تھی۔